احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ خالد ربوہ
نومبر ۱۹۹۳ء
ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز
اِک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دِن
۱۹۷۳ء کے سالانہ اجتماع (مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ) کا ایک منظر۔
یاد رہے کہ ۱۹۸۴ء سے تاحال حکومت کی طرف سے ہمیں احمدی نوجوانوں کا یہ تعلیمی و تربیتی اجتماع منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔

احمدی نوجوانوں کے لئے

نومبر 1993ء

نبوت 1372ہش

جلد 41 شمارہ 1 قیمت 4 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔ مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

اداریہ

مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات

زندگی بخش باتیں!

تبتّل اختیار کرنے کے لئے مشعلِ راہ تحریر

حضرت مسیح موعود... کی تحریرات اور آپ کے ملفوظات اپنے اندر ایک سحر آفریں اثر رکھتے ہیں۔ مردہ دلوں میں روح پھونک دینے کی طاقت ان میں موجود ہے۔ زندگی بخش باتیں ہیں بشرطیکہ ان تحریرات کو صاف دلی سے مطالعہ کریں اور نیک نیتی اور پختہ عزم وارادے کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ خود فرماتے ہیں:۔

"...... خدا تعالیٰ نے اسی غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں۔ بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں........

اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسرے جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔ زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا"۔ (ازالہ اوہام۔ صفحہ 103۔104)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک تحریر قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ہم ایک جنت نظیر معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ جہاں انسانیت کی اعلیٰ قدروں اور اس کے شرف و مرتبہ کا پاس رکھا جاتا ہے اور جس پر عمل کر کے انسانیت کے کمال تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہ تحریر "کشتی نوح" سے لی گئی ہے اور اس تحریر کو پڑھنے سے پیشتر بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ تحریر ہمیں بار بار پڑھنی چاہیئے اور جب بھی ہم اس کا مطالعہ کریں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس انتباہ کو بھی مدّنظر رکھیں جس میں آپ نے فرمایا:۔

"یہ تحریر اکثر دلوں پر بہت بوجھل ہے کیونکہ ہر بدی اگر اپنی انتہا میں نہیں تو کسی نہ کسی صورت میں کسی نہ کسی شکل میں انسان کے اعمال میں نہیں تو اس کے دل میں پنپ رہی ہوتی ہے۔ اس کی نیتوں میں داخل ہوتی ہے۔ تمنا بن چکی ہوتی ہے اور انسان کی راہ میں اس کی اور اس کی بدی میں کوئی چیز حائل ہے تو خواہش کی کمی نہیں بے اختیاری حائل ہوتی ہے۔ بہت سے معصوم ایسے ہیں جو مجبور ہیں، بے اختیار ہیں۔ ان کی بدی تک پہنچ نہیں ہوتی۔ پہنچ ہو اور پھر نہ کریں یہ نیکی ہے۔ اور اس مضمون کو مسیح موعود... بیان فرماتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں اگر تمہاری نیتوں میں داخل رہیں تو تم تبتل کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔ نیتوں کو پاک صاف کرو۔ نیتوں کی گہرائیوں سے جڑوں کو اکھیڑ کر باہر پھینکو۔ پھر دعا کرو تو پھر دیکھو کہ کس طرح نیکی اس سرزمین میں جڑیں پکڑتی ہے جہاں پہلے بدیاں پنپ رہی تھیں"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اکتوبر 1993ء)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ:۔

○ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔

○ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔

○ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔

○ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدّم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب اور قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

○ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے"۔

(کشتی نوح (روحانی خزائن جلد 19) صفحہ 18-19)

....•....

دعوت الی اللہ ہر ایک پر فرض ہے

فرمایا:۔

ہم اپنے دکھوں کو دعوت الی اللہ کے ذریعہ ہی دور کر سکتے ہیں یہ طوعی چندے کی طرح نہیں ہے کہ نہ بھی ادا کیا تو خیر ہے بلکہ یہ ایک فریضہ ہے اور اس کی ادائیگی لازم ہے اور صرف یہ کہنا کہ ہم حسن خلق سے متاثر کر رہے ہیں اور دعوت الی اللہ میں حصہ نہ لینا یہ درست نہیں یہ بزدلی کا بہانہ ہے اور گریز کی راہ ہے ...... پس جو کمزور ہیں اور بزدل ہیں وہ ایک طرف ہٹ جائیں جماعت تو لازماً آگے بڑھے گی"

(خطبہ جمعہ ۱۱ر جولائی ۱۹۸۵ء)

قدرتِ ثانیہ قیامت تک کے لئے ہے

خلافتِ احمدیہ ہی تجدیدِ دین کا ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ 27 اگست 1993ء کا ایک اقتباس

"پھر ایک اور فتنہ یہ بھی اٹھایا جاتا رہا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زندگی میں خصوصیت سے بڑے منظم طریق پر ایک پروپیگنڈے کے ذریعے جماعت میں یہ خیالات پھیلائے گئے کہ خلافت ٹھیک ہے لیکن وہ جو مجددیت کا وعدہ ہے وہ دائمی ہے اور اب وقت قریب آرہا ہے۔ صدی ختم ہونے کو آرہی ہے۔ اس لئے اب مجدد کا انتظار کرو اور مجدد کو تلاش کرو۔ جماعت میں کہیں کوئی مجدد پیدا ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود.... فرماتے ہیں "یہ قدرت قیامت تک ہے"۔ اور خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت تک یہ قدرت منقطع نہیں ہوگی۔ پس خلافت اگر قیامت تک قائم ہے تو اس کے ہوتے ہوئے مجددیت کا سوال کیا باقی رہ جاتا ہے اور یہ فتنہ پرداز اس بات کو بھول گئے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ نے جہاں مجددیت کی پیشگوئی فرمائی وہاں قیامت تک کا کوئی ذکر نہیں فرمایا لیکن جہاں مسیح موعود... کی پیشگوئی فرمائی وہاں یہ وعدہ فرمایا "ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ" جو وعدے ہیں دراصل مسیح موعود... کے آنے تک کی دیر ہے۔ جب مسیح موعود... آجائیں تو پھر فرمایا کہ "ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ" پھر خلافت قائم ہوگی اور منہاج نبوت پر قائم ہوگی۔ اور یہ وہ خلافت ہے جس کا آیت استخلاف میں ذکر ہے۔ یہ وہ خلافت ہے جو مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہی وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود... یہاں واضح فرمارہے ہیں۔ جیسا کہ آیت استخلاف میں تھا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

کیسی باریک عارفانہ نظر سے حضرت اقدس مسیح موعود.... قرآن کی آیات پر نظر رکھتے ہیں اور ان کی تفسیر بیان کرتے ہیں خواہ حوالہ دیں یا نہ دیں۔ وہ مضمون آپ کی سرشت میں ایسا سرایت فرما چکا ہے کہ جب بھی بات کرتے ہیں قرآن کی بات کرتے ہیں۔ تو دیکھیں فرمایا کہ یہ وعدہ میری نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت ہے۔ یہ جماعت احمدیہ سے وعدہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت استخلاف میں بھی مخاطب گو آنحضورؐ تھے لیکن وعدہ آپ کے غلاموں سے کیا گیا ہے:۔

وعداللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض

پس اس فتنے کا بھی ہمیشہ کے لئے ردّ فرما دیا گیا- اگر کوئی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے تو ہمیشہ انقطاع کے بعد پڑا کرتی ہے اور دراصل تجدید کے وعدے میں خلافتِ راشدہ کے انقطاع کی دردناک خبر بھی دے دی گئی تھی- اگر خلافتِ راشدہ جاری رہتی تو کسی اور مجدّد کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا- ورنہ ہر صدی کے سر پر خلافت کے ساتھ ایک اور رقیب اٹھ کھڑا ہوتا اور صدی در صدی امت الٰہی منشاء کے مطابق منقطع ہوجاتی اور کاٹی جاتی اور متفرق ہو کر بکھر جاتی- پس کیسی جاہلانہ سکیم ہے- کیسا جاہلانہ تصور ہے جو یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے اور طرح طرح کی دل آزاریوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دل کو چرکے لگاتے رہے- آپ نے بارہا جماعت کو کھلے بندوں سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فتنہ اسی طرح مقابل پر سر اونچا کئے رہا یہاں تک کہ خدا نے اس فتنے کا سر توڑ دیا اور خدا نے ثابت کر دیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث کی تعبیر درست تھی- جو تفسیر آپ نے فرمائی تھی وہی تفسیر سچی تھی اور پھر خدا کی تائیدی گواہی اور عملی گواہی نے ہمیشہ کیلئے اس فتنے کا سر کچل دیا، ان لوگوں کیلئے جن میں ایمان اور شرافت اور تقویٰ ہو- جن کے دل ٹیڑھے ہیں ان کیلئے تو کوئی وعدہ نہیں ہے- ان کو تو قرآن بھی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ جو دل تقویٰ سے عاری ہو ان کیلئے کوئی ہدایت نہیں۔

مگر میں جماعت احمدیہ کو مخاطب ہوں جن کی بھاری اکثریت کے متعلق میں جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ تقویٰ پر قائم ہیں- اس لئے کہ خدا کا سلوک ان سے وہ ہے جو متقیوں سے کیا جاتا ہے- اس لئے کہ خدا کی وہ تائیدات ان کو نصیب ہیں جو متقیوں کو نصیب ہوا کرتی ہیں- پس دلوں پر تو میری کوئی نظر نہیں مگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں بتا رہی ہیں کہ وہ متقیوں کی جماعت ہے جس کے ساتھ وہ مسلسل اس قدر کثرت کے ساتھ احسان اور رحمت اور فضلوں کا سلوک فرماتا چلا جارہا ہے- پس وہ متقی جو میرے مخاطب ہیں وہ اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ درحقیقت حضرت مسیح موعود... کے بعد جس قدرت ثانیہ کو خدا تعالیٰ نے قائم فرمایا وہ قیامت تک کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے غیر منقطع ہے- پس جب وہ قدرت غیر منقطع ہے تو اس کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت ہے کہ کسی اور شخص کو بطور مجدّد کھڑا کیا جائے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی زمانے کی حد نہیں لگائی اس لئے قیامت تک کے لئے اس حدیث کا اثر جاری ہے تو ایسے سوچنے والوں کو غور کرنا چاہیئے کہ قیامت تک کے لئے اس وقت کے خلیفہ کو کیوں خدا مجدّد نہیں بنا سکتا جو صدی کے سر پر کھڑا ہو اور اس صدی کے غیر معمولی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کسی تجدید کی ضرورت سمجھے۔

پس اس حدیث نبوی کا آیت استخلاف سے کوئی ٹکراؤ نہیں بلکہ دراصل آیت استخلاف کے مضمون کو اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے جس طرح پانی کے بعد تیمم کا ذکر کیا جاتا ہے- اگر خلافت قائم نہ رہے تو خدا اس امت کو چھوڑے گا نہیں اور مسلسل نہیں تو ہر صدی کے سر پر ضرور کوئی ایسا ہدایت یافتہ وجود بھیج دے گا جو اس وقت تک جمع ہوئی ہوئی

گمراہیوں کا ازالہ فرمائے گا یا ایک سے زائد وجود بھیج دے گا جو مختلف جگہوں پر تجدید دین کا کام کریں گے۔ جب خلیفہ موجود ہو تو پھر خلافت سے الگ کسی تجدید کی ضرورت نہیں ہے اور وہ خلافت جس کا مسیح موعود... کے ساتھ وعدہ کیا ہے اتنی نمایاں طور پر الٰہی تائید یافتہ خلافت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اگر آپ تجدید کا تصور ہی کرلیں تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ یہ خلافت ہلاک ہو چکی ہے۔ اس میں کوئی تقویٰ کی روح باقی نہیں رہتی۔ ایسی صورت میں پھر الگ مجدد اگر کھڑا کیا جاتا ہے تو پھر یہ اللہ کا کام ہے۔ اور اللہ کے کام جب ظاہر ہوتے ہیں تو خود اپنا ثبوت اپنی ذات میں رکھتے ہیں۔ کسی بحث کے محتاج نہیں ہیں۔ مگر خدا کے کام خدا کے وعدوں کے خلاف نہیں ہوا کرتے۔ حضرت مسیح موعود... فرماتے ہیں "ہمارا خدا وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی ہے۔ میں خدا کی طرف سے قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"۔

پھر فرمایا "تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ پھر فرمایا اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا"۔

پس اگر خدا سچا ہے اور لازماً خدا سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ اگر مسیح موعود..... سچے ہیں اور لازماً اس زمانے کے امام کے طور پر اس زمانے میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور سچا نہیں تو لازماً وہ جھوٹے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ خلافت احمدیہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور خلافت سے باہر کسی تجدید کی محتاج ہوگی۔ پھر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت آپ کے سامنے ہے۔

دیکھیں صدی گزر گئی۔ جس صدی کے سر پر یہ پروپیگنڈے کئے جا رہے تھے لیکن کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ دوسری صدی شروع ہو گئی اور اس کے تیرہ سال گزر چکے ہیں۔ پندرھویں میں داخل ہو رہے ہیں لیکن خلافت احمدیہ سے باہر کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ پس خدا کی اس گواہی نے ہمیشہ کے لئے ان لوگوں کے پروپیگنڈے کو جھٹلا دیا ہے جو کہا کرتے تھے کہ اب خلافت کے آخری سانس ہیں اور تجدید کے دن آ رہے ہیں۔ کسی مجدّد کی تلاش کرو۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے لوگ اگر سو سال کی عمریں بھی پائیں گے اور مر جائیں تو نامرادی کی حالت میں مریں گے اور کسی مجدّد کا منہ نہیں دیکھیں گے۔ ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں اور ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں، خدا کی قسم! خلافتِ احمدیہ کے سوا کہیں اور مجددیت کا منہ نہ دیکھیں گی۔ یہی وہ تجدید دین کا ذریعہ بنا دیا

گیا ہے جو ہر صدی کے سر پر ہمیشہ جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا جائے گا۔

لیکن یاد رکھو حضرت مسیح موعود.... نے فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے یہ دوسری قدرت دکھلائی جائے گی۔ میں الفاظ پڑھ کر سناتا ہوں:۔

"دوسری قدرت تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ ان کے ساتھ رہے گی جو اسکے ساتھ رہیں گے۔ ان کے ساتھ نہیں رہے گی جو اسکے ساتھ نہیں رہیں گے"۔

پس قیامت تک کے لئے خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے باندھ لیں کہ جیسے عروۃ الوثقٰی پر ہاتھ پڑ گیا ہو جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں ہے، ہو نہیں سکتا۔ پس آپ اگر خلافت کے ساتھ رہیں گے تو خلافت لازماً آپ کے ساتھ رہے گی اور یہی دونوں کا ساتھ ہے جو توحید پر منتج ہوگا۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اس مقدس امانت کی حفاظت کرو

"پس خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو۔ (دعوت الی اللہ) کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزارہا احمدی سینوں میں یہ لو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا اس کو بجھنے نہیں دینا تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم کہ اسکو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔ میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے مقدس نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لو بلند تر ہو گی اور پھیلے گی اور سینہ بسینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیرے گی اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی۔"

(الفضل ۲۲ اگست ۱۹۸۳ء صـ۳)

ع گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را۔۔۔!

احمدی مجاہد دعوت الی اللہ کے میدان میں

(مضمون نگار:۔ مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب)

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں...... اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں"۔
(ملفوظات جلد سوم صفحہ 391)

دعوت الی اللہ کی یہ تڑپ اور جذبہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں موجزن تھا جو آپ تک محدود نہ رہا بلکہ آپ کے رفقاء اور متبعین نے اسے سر آنکھوں پر لیا اور اس کی خاطر جان، مال، وقت اور عزت کی پرواہ نہ کی بلکہ دیوانہ وار اس دینی مہم میں کچھ ایسے منہمک ہوئے کہ اسی راہ میں اپنی زندگیاں گزار دیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ ایسے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فدائیان کے کارہائے نمایاں سے بھری پڑی ہے۔ مشتے از خروارے کے طور پر چند ایک واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

O

محترم مولانا محمد صادق صاحب فاضل سابق امیر جماعتہائے انڈونیشیا سنگاپور بیان کرتے ہیں کہ:۔

"مولانا رحمت علی صاحب مرحوم پاڈانگ شہر (انڈونیشیا) میں ایک احمدی درزی محمد یوسف صاحب کی دوکان پر بیٹھے تھے کہ اتفاقاً ہالینڈ کے ایک عیسائی بشپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں آ نکلے اور مولانا سے ان کا اسلام اور عیسائیت پر تبادلہ خیالات شروع ہوگیا۔ جسے سننے کے لئے لوگ بکثرت وہاں جمع ہوگئے۔ اسی اثناء میں اچانک موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ (اس علاقہ میں جب بارش ہو تو کئی کئی گھنٹے برستی رہتی ہے) تاہم جب کچھ وقت بحث کرنے کے بعد وہ پادری مولانا صاحب کا دلائل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آگیا تو اپنی شکست اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے مولانا صاحب کو للکارتا ہوا کہنے لگا کہ اگر واقعی عیسائیت کے مقابلہ میں مذہب اسلام سچا اور افضل ہے تو اس وقت اپنے اسلام کے خدا سے کہیے کہ وہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلا دھار بارش کو یکدم بند کر دے۔ چنانچہ اس کا یہ مطالبہ کرنا ہی تھا کہ مولانا نے بلا حیل وحجت اپنے زندہ خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے بڑی پر اعتماد آواز میں بارش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے

بارش تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور دین حق کے زندہ اور سچے خدا کا ثبوت دے"۔ اس سچے خدا پر قربان جائیے کہ اس کے بعد چند منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بارش تھم گئی اور وہ پادری اور سب حاضرین اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان پر انگشت بدنداں رہ گئے"۔

O

مولانا محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"اس شہر پاڈانگ میں ایک زمانہ میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب ایک مخلص احمدی مسمیٰ داؤد صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں رہتے تھے۔ اس محلہ کے اکثر مکان لکڑی کے اور بالکل ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ اس محلہ میں آگ لگ گئی جو ارد گرد کے تمام مکانات کو راکھ کرتی ہوئی مولانا صاحب کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئی۔ حتیٰ کہ اس کے شعلے مولانا صاحب کے مکان کے چھجے کو چھونے لگے۔

چنانچہ یہ صورت حال دیکھ کر تمام احمدی اور دیگر محلہ دار حضرت مولانا رحمت علی صاحب کو باصرار کہنے لگے کہ وہ فوری طور پر مع سامان اس عمارت سے باہر نکل آئیں مگر مولانا صاحب نے ان کی ایک نہ مانی اور دعا میں لگے رہے اور بڑے اطمینان سے انہیں تسلی دیتے رہے کہ یہ آگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ یہ مکان سیدنا حضرت مسیح موعود... کے ایک مرید کا ہے جس کا ایک حصہ حضور کے ایک غلام اور ادنیٰ مجاہد کی رہائش گاہ ہے اور حضرت اقدس کو الہاماً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے"۔ پس یہ آگ اس عمارت کو بھسم کرنے میں ناکام رہے گی اور جہاں تک پہنچی ہے وہیں رک جائے گی کیونکہ آگ خدا کے حکم سے حضرت مسیح موعود.... اور آپ کے سچے مریدوں کی غلام ہے۔

چنانچہ مولانا صاحب ابھی یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک بادل اُمڈ آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی جس نے آناً فاناً اس آگ کو بالکل ٹھنڈا کر کے رکھ دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہوئی کہ وہ دیگر عمارتوں کی طرح اس عمارت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکے۔

چنانچہ محلہ کی دیگر عمارتیں جل کر راکھ ہوگئیں مگر وہ عمارت خدا کے فضل سے معجزانہ طور پر محفوظ رہی اور اب تک موجود ہے اور اسکے چھجہ پر آگ کے شعلوں کے سیاہ نشانات بھی اب تک موجود ہیں۔ (الفضل 9 دسمبر 1938ء)

O

مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق بیان کرتے ہیں:۔

"1960ء میں خاکسار ایک ماہ کی رخصت پر انگلستان سے پاکستان آیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نے دوران گفتگو فرمایا کہ تم واپس جا کر انگلستان کے شہر برائٹن میں تبلیغ کا کام شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ اس شہر میں احمدیت کے لئے راستہ کھول دے گا۔ حضور نے اپنا یہ ارشاد دو تین مرتبہ دہرایا اور فرمایا ملکہ الزبتھ اول کے زمانے میں جب

انگلستان کو ہسپانوی بیڑے کے انگلستان پر حملہ آور ہونے کا خدشہ پیدا ہوا تو ملکہ الزبتھ نے ترکی کے مسلمان سلطان سے مدد کی درخواست کی۔ سلطان ترکی نے اپنے چند جرنیلوں کو برائٹن شہر میں ٹھہرایا۔ جس مکان میں یہ لوگ ٹھہرائے گئے اس کے ایک کمرہ کو مسلمان جرنیلوں نے مسجد میں تبدیل کر کے اس کی دیواروں پر بعض قرآنی آیات لکھ دی تھیں۔ حضور نے فرمایا کہ جب حضور 1924ء میں دورہ انگلستان پر تشریف لے گئے تو اس کمرہ کو جا کر دیکھا اور وہاں دعا بھی کی۔ حضور نے مزید فرمایا کہ اب جب کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ برائٹن میں احمدیت کے لئے دروازے کھولے گا۔

چنانچہ انگلستان پہنچنے پر خاکسار نے حضرت مصلح موعود کے ارشاد کی تکمیل میں برائٹن میں دعوت الی اللہ کا پروگرام بنایا اور اسی محل کے ایک کمرہ کو ہم نے کرایہ پر حاصل کر لیا اور اشتہار دے دیا کہ خاکسار اس کمرہ میں اسلام پر تقریر کرے گا۔ چنانچہ ہفتہ کے روز مقررہ وقت پر لندن سے خاکسار کے ہمراہ آٹھ دس افراد برائٹن پہنچے۔ جوں جوں لیکچر کا وقت قریب آتا گیا ہماری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا کیونکہ لیکچر کے شروع ہونے سے پندرہ منٹ قبل تک ایک شخص بھی ہال میں نہ تھا۔ جب صرف دس منٹ رہ گئے تو خاکسار نے وہاں موجود احمدی احباب کو تحریک کی کہ آئیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ہمارے لئے سامعین مہیا کرے۔ ہم سب کمرہ کے ایک کونہ میں دعا میں لگ گئے اور اشکبار آنکھوں سے آستانہ الٰہی پر گڑگڑانے لگے۔ جب دعا ختم ہوئی تو کمرہ سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

تقریر کی کامیابی دیکھ کر ایک پادری صاحب جو کمرہ میں موجود تھے بہت جز بز ہوئے اور تقریر کا اثر ختم کرنے کے لئے انہوں نے دعوت مناظرہ دے دی جو خاکسار نے اسی وقت قبول کر لی۔ اگلے ہفتے اسی روز مناظرہ طے ہوا۔ لیکن دوسرے ہفتے جب کمرہ کھچا کھچ سامعین سے بھرا ہوا تھا پادری صاحب نہ آئے اور یوں عیسائی سامعین کے قلوب پر اسلام کی حقانیت کو ثبت کر گئے۔ خیر جب سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہوا تو ایک خاتون مس CRENE IRENE بیٹھی رہیں اور باقی سب لوگ چلے گئے تو اسی خاتون نے خاکسار کو کہا کہ وہ "دین حق" قبول کرنا چاہتی ہیں اور کہنے لگیں کہ میں سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری ہدایت کے لئے آپ کو کھینچ کر لایا ہے۔ خاکسار نے اس کا بیعت فارم اسی وقت حضور کی خدمت میں بھجوا دیا۔ حضور نے اس کا اسلامی نام سلیمہ کرین رکھا"۔ (روح پرور یادیں صفحہ 122۔123)

O

مکرم مولوی سجاد احمد صاحب خالد سابق مبلغ انچارج احمدیہ مشن جزائر فجی بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"خاکسار 6 مئی 1977ء کو .... (دعوت الی اللہ) کی غرض سے جزائر فجی پہنچا۔ ایک مرتبہ جزیرہ ممباسا کے تبلیغی دورہ پر گیا جس کے دوران قصبہ نصرو الگا کے ایک مخلص احمدی نور شاہ صاحب نے پروگرام بنایا کہ وہاں سے چالیس میل دور ان کے خسر مکرم عبدالغفور صاحب رہتے

ہیں۔ وہ عرصہ سے زیر تبلیغ ہیں۔ چنانچہ نور شاہ صاحب مکرم حامد حسین اور مکرم محمود شاہ صاحب اور خاکسار پر مشتمل تبلیغی وفد ایک روز عبدالغفور صاحب کے گھر پہنچا۔ ان کی بیگم صاحبہ کو ہمارا ان کے گھر آنا سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے دیکھتے ہی کچن سے نکل کر ہمیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگیں کہ ان کے گھر میں احمدیت کے بارہ میں کوئی بات نہ کی جائے اور کچن میں واپس چلی گئیں۔

ہم عبدالغفور صاحب کو ایک گھنٹہ تبلیغ کرتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے شرح صدر ہونے پر بیعت کرلی۔ دعا کے بعد جب ان کی بیگم کو پتہ چلا کہ ان کے خاوند نے بیعت کرلی ہے تو بہت جز بز ہوئیں اور کمرے میں آتے ہی شور ڈال دیا کہ آپ نے ہمارے گھر میں فتنہ ڈال دیا ہے۔ میری بیٹی اور داماد پہلے ہی احمدی ہیں اب آپ لوگوں نے میرے خاوند کو بھی احمدی بنالیا ہے۔ اب آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔ اس پر خاکسار نے ان کو بڑی نرمی اور عاجزی سے سمجھایا کہ ہم نے کوئی برا کام تو نہیں کیا۔ خدا کے قائم کردہ امام وقت کی بیعت ہی کرائی ہے۔ اس پر وہ کچھ سنجیدہ ہو کر سوال کرنے لگیں جن کے میں جواب دیتا رہا حتیٰ کہ ان کے شکوک و شبہات بھی سب دور ہوگئے اور انہوں نے بھی اسی وقت بیعت کرلی۔ اس وقت کا ماحول روحانی لحاظ سے اتنا پیارا اور خوشگوار ہوگیا کہ بیگم عبدالغفور صاحبہ خود ہی کہنے لگیں کہ اگر بیعت کرنا اور امام وقت کی جماعت میں شامل ہونا نیکی کا کام ہے تو پھر آپ ہمارے بڑے بیٹے محمد تقی کو بھی اس میں ضرور شامل کریں تاکہ ہمارے کنبے میں کوئی اختلاف نہ رہے۔ اس پر ہم سب ان کے بیٹے محمد تقی کے گھر گئے۔ میں نے انہیں کہا ہم آپ کے لئے ایک تحفہ لے کر آئے ہیں۔ وہ ہم اس شرط پر آپ کو پیش کریں گے کہ آپ اس کو ردّ نہ کریں۔ چنانچہ دو گھنٹے کی بحث کے بعد ان کی تسلی ہوگئی اور انہوں نے بھی بیعت کرلی اور یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سارا خاندان ہدایت پاگیا"۔ (روح پرور یادیں صفحہ 137۔136)

O

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"بشارت احمد کی وفات کے بعد اس کی والدہ صاحبہ نے ایک خواب دیکھی جو حضرت مسیح موعود... کی خدمت میں عرض کی اور کچھ چندہ دیا۔ خواب یہ تھی کہ کوئی زور سے پکارتا ہے کہ پہلے بچے کی وفات پر غم نہ کرنا۔ تمہیں خدا تعالیٰ دوسرا لڑکا دے گا اس کا نام نذیر رکھنا۔

حضور نے فرمایا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو میرے پاس لانا۔ چنانچہ 2 اکتوبر 1916ء کو لڑکا (ڈاکٹر) نذیر احمد پیدا ہوا۔ وہ حضور کی خدمت میں لے کر گئیں اور خواب بھی سنائی۔ حضور نے لڑکے کو گود میں لیا اور پیار کیا اور فرمایا "ایک نذیر تو دنیا سے سنبھالا نہیں جاتا ایک اور نذیر آگیا"۔ (قلمی مسودہ۔ بحوالہ.... احمد جلد ہفتم صفحہ 57)

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب 1935ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے ارشاد پر حبشہ گئے۔ وہاں اپنے پیشہ ڈاکٹری

کے ساتھ ان کی دعوت الی اللہ کے ذریعہ بہت سے لوگ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ ایک موقعہ پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے فرمایا ڈاکٹر نذیر احمد کا اخلاص اس قدر ہے کہ دعوت الی اللہ میں فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ مجھے ابی سینا (حبشہ) سے جو خط آتے ہیں ان میں بسا اوقات لکھا ہوتا ہے کہ ہمیں خواب میں بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نذیر احمد کے پاس جا کر احمدیت اور دینی مسائل کی صداقت کا پتہ کرو۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں ایک عرب جب میری طرف سے دی گئی حضرت اقدس کی ایک عربی کتاب پڑھتے پڑھتے سو گیا تو خواب میں ایک فرشتہ نے کہا "آمن ولا تشک" کہ ایمان لے آؤ اور شک نہ کرو۔ ایک شخص کو پیغام حق پہنچایا (دعوت الی اللہ کی) وہ دوسرے شہر کو چلا گیا۔ واپس آ کر اس نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ستارہ آسمان سے اترا۔ نیچے آتے ہوئے سورج کی طرح بہت روشن ہو گیا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگ بولے کہ یہ وہی روشنی ہے جس کی طرف تم کو ڈاکٹر نذیر احمد نے کل توجہ دلائی تھی"۔

حضرت مسیح موعود... نے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ اس رنگ میں پورا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب جہاں بھی گئے ان کو انذار و تبشیر کی خوب توفیق ملی۔ (احمد جلد ہفتم صفحہ 63)

O

مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بیان فرماتے ہیں کہ:-

"ایک دفعہ ضلع جالندھر میں مسئلہ حیات وفات مسیح ناصریؑ اور صداقت حضرت مسیح موعود... پر ایک غیر از جماعت مولوی سے میرا مناظرہ قرار پایا۔ اس مولوی نے تمام مجمع کو جو ڈیڑھ ہزار ہوگا مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ

کہ یہود نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس سے زیادہ ثبوت حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا اور کیا ہوگا۔ میں نے جواب میں کہا کہ اے حاضرین جماعت ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مولوی کو بھی جلدی اس دنیا سے اٹھا لے۔ اس پر وہ غصے سے مجھے کہنے لگے کہ خدا تجھے نہ اٹھا لے"۔ میں نے کہا پھر اٹھا لینے کے معنے موت کے ہوئے نا۔ ورنہ آپ کو غصہ کیوں آیا؟ یہی تو ہم کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو طبعی موت کے ذریعہ دنیا سے اٹھا لیا۔ اس پر لوگ خوب ہنسے اور کہنے لگے مولوی صاحب آپ تو اپنے اقرار اور قول کی رو سے پھنس گئے"۔ (حیات بقاپوری صفحہ 6 جلد اول)

O

مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب حضرت مولانا ابوالعطاء کی سیرت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ایک واقعہ جو انہوں نے مجھے اپنے قیام فلسطین کے دوران وقوع پذیر ہونے والا بتلایا وہ یہ کہ انہوں نے کہا کہ میں نماز مغرب کے بعد اور نماز عشاء سے پہلے ایک ملحقہ وادی میں جا کر ٹہلا کرتا تھا اور ساتھ ہی بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ میں ایک روز اسی طرح ٹہلتا اور قرآن مجید پڑھتا جاتا تھا لیکن مجھے کوئی علم نہ تھا کہ کوئی شخص گھات لگائے اس نیت سے وہاں بیٹھا تھا کہ مجھے بندوق کی گولی سے قتل کردے۔ بہرحال میں تلاوت اور سیر سے فارغ ہو کر واپس اپنے مشن ہاؤس میں آ گیا۔ صبح سویرے ناشتہ کے بعد جب میں ابھی مشن ہاؤس میں ہی تھا کہ دو عرب مجھے ملنے کے لئے آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ احمدیت سچی ہے۔ اس لئے ہم بیعت کرنے آئے ہیں۔ میں نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ رات جب آپ وادی میں ٹہل رہے تھے تو ہم دونوں وہاں ایک اوٹ میں چھپ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے اور جب آپ قریب آئے تو ہم نے بندوق چلا دی لیکن وہ بالکل نہ چلی اور یوں لگا جیسے وہ بالکل ناکارہ ہو چکی ہے۔ اس لئے ہم گھر واپس آئے اور بندوق کو اچھی طرح کھول کر دیکھا لیکن اس میں قطعاً کوئی نقص نظر نہ آیا۔ جس کے بعد ہمیں پورا یقین ہو گیا کہ احمدیت سچی ہے۔ لہٰذا ہم بیعت کرنے آئے ہیں"۔

(بحوالہ رسالہ خالد جولائی 1992ء صفحہ 20)

داعی الی اللہ کون ہے؟

"داعی الی اللہ تو وہ ہے کہ جب ایک دفعہ عہد کرتا ہے تو پھر عمر بھر اس عہد کو کامل وفا کے ساتھ نباہتا ہے اور آخری سانس تک داعی الی اللہ بنا رہتا ہے"

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

عبادتِ الٰہی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی درد انگیز دعوت!!

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک تم زمین پر خدا تعالیٰ کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فطرت انسانی میں خدا سے ملنے کی تڑپ روز الست سے ودیعت ہے مگر یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ شیطان بئس القرین انسان کو اس فطرتی راستے سے بار بار ٹھوکر دلانے کیلئے سو سو جتن کرتا ہے۔ خدائے لم یزل نے بنی نوع انسان کو اسکے مقصد حیات کے اسرار و رموز کھول کر بتانے کیلئے انبیاء اور انکے بعد خلفاء کا سلسلہ جاری فرما کر کمزور بشریت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت الٰہی کا قیام خلافت کے ساتھ وابستہ ہے اور ہماری خوش بختی ہے کہ خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت سے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آغاز خلافت سے ہی عبادت کے قیام کی طرف مختلف پیرائے میں توجہ دلائی ہے۔

میں فی الوقت صرف عبادت کی روح رواں یعنی نماز کے بارے میں حضور پر نور کے ارشادات جو آپ نے خطبات اور مجالس عرفان وغیرہ میں ارشاد فرمائے، کا مختصر خاکہ پیش کروں گا۔ مگر چونکہ قول کا حسن عمل سے وابستہ ہے لہٰذا مشتے از خروارے حضور پر نور کی زندگی کے ایک ذاتی واقعہ سے اپنے مضمون کا آغاز کر رہا ہوں۔ ایک یادگار واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں نئے سال کے موقع پر پیش آیا۔ یعنی اگلے روز نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے لوگ ٹرانگر سکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہان کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو وہ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں۔ ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے بوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے۔ اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقع ملا۔ میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا ہے اور پھر نماز میں نے ابھی ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ

وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں اس لئے شاید بے چارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے۔ ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے۔ اس چیز نے اور اس موازنے نے میرے دل پر اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا

GOD BLESS YOU, GOD BLESS YOU.

خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ (الفضل 31 اکتوبر 1983ء)

ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ کا خدا سے زندہ تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ خود خدا نے بھی رؤیا کے ذریعے حضور کو اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی رؤیا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"رؤیا میں نہایت پرشوکت انداز میں اور بڑی قوت کے ساتھ جماعت کو عبادات کے قائم کرنے، عبادات کے معیار کو بلند کرنے، نمازوں میں آگے قدم بڑھانے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ رؤیا میں اس مضمون کو میں اس طرح بیان کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو ماننے کی وجہ سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک تم زمین پر خدا تعالیٰ کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے۔ اس لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو"۔ (17 جون 88ء)

نماز کی حقیقت اور اس کی ابتدائی منازل کے طے کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"تمام عبادتوں کی روح نماز ہے۔ انسانی پیدائش کا مقصد نماز ہے۔ نماز میں ہر قسم کی فلاح کی کنجیاں ہیں اور جیسے جیسے انسان نماز میں ترقی کرتا جاتا ہے اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے فلاح کی مزید کنجیاں عطا ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے عمداً لفظ کنجی استعمال نہیں کیا بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ نماز کی کیفیت بدلنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ انسان کو نئے امور کا فہم عطا فرماتا چلا جاتا ہے اور نئے نئے مضامین اس پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے ارشادات میں سے متعدد اقتباسات میں جماعت کے سامنے پہلے رکھ چکا ہوں لیکن آج نماز کی ابتدائی منازل کی طرف زیادہ تر توجہ دلانا چاہتا ہوں"۔

آپ نے تمام لوگوں کی حالت کا نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس پہلو سے آپ اب اپنی نمازوں کو...... دیکھیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نماز سے باہر رہتے ہوئے بھی نماز میں اٹکا ہوا ہوتا تھا اور ہمارا دل نماز میں رہتے ہوئے بھی نماز سے باہر اٹکا ہوا ہوتا ہے۔ اس

پہلو سے جب آپ اپنی نمازوں کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ جہاں جہاں بھی آپ کا دل اٹکتا ہے آپ کی نمازوں میں بھی اس طرف کو توجہ رہتی ہے۔ کوشش کر کے آپ اس کو نماز کی طرف واپس لاتے ہیں اور پھر طبعی طور پر آپ کا دل ایک بے اختیار کشش کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے جہاں آپ نے اسے خود اٹکایا۔ تو یہ پھر کیسی توحید ہے۔ یہ تو پھر اس منظر کے برعکس منظر ہے جو آنحضورؐ کی نمازوں کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ آنحضورؐ نماز سے باہر ہوتے ہیں اور آپ کا دل نماز میں ہوتا ہے۔ ہم نماز میں ہوتے ہیں اور ہمارا دل باہر ہوتا ہے۔ اس پہلو سے ہمیں اپنی نمازوں میں بہت زیادہ محنت کرنی پڑے گی اور بہت ہی غیر معمولی توجہ کی ضرورت ہے"۔

اب سوال یہ ہے کہ نماز پر کاربند کیسے ہوا جائے۔ اس کے لئے لازماً آغاز گھر سے ہوگا۔ چنانچہ اس بنیادی نقطہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

"عبادت کی مثال ہوا میں سانس لینے کی طرح ہے۔ جو سانس کا رشتہ زندگی سے ہے وہی رشتہ عبادت کو آسان طریقے سے انسان کی روحانی زندگی سے ہے"۔

اور والدین کو توجہ دلاتے ہوئے آپ دلنشیں پیرائے میں فرماتے ہیں:۔

"نماز کم سے کم ذکر الٰہی ہے۔ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ جو آج نمازی ہیں جب تک ان کی آئندہ نسلیں نمازی نہ بن جائیں جماعت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے میں ہر بالغ مرد و عورت احمدی سے بڑے عجز کے ساتھ یہ استدعا کرتا ہوں کہ اپنے گھروں میں اپنی اولادوں کی نمازوں کی حالت کا گہری نظر سے جائزہ لیں۔ مجھے ڈر ہے کہ جو جواب ابھریں گے وہ دلوں کو بے چین کر دینے والے ہوں گے کیونکہ جس حالت میں ہم آج اپنے بچوں کو پالتے ہیں یہ ہرگز اطمینان بخش نہیں...... وہ مربی جو ساری دنیا کو زندہ کرنے پر مامور کیا گیا تھا اس مربی سے خود زندگی کے گر پانے اور زندہ کرنے کے گر سیکھنے ہوں گے۔ اس مربی نے "کلکم راعٍ" کے ارشاد سے نہایت خوبصورت انداز میں ہر ایک کو اس کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس لئے محض نظام جماعت پر انحصار کی بجائے سب سے اہم ذمہ داری گھر والے کی ہے"۔ (22 جولائی 88ء)

گھروں کے بعد ذمہ داری تنظیموں کی ہے۔ چنانچہ تنظیموں کو متحرک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حسب توفیق اپنی عبادت کو وسعت دینا ضروری ہے اور اس وسعت کا آغاز اپنے خاندان سے کریں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم تیری عبادت کرتے ہیں) میں اگر آپ باشعور طور باقی چیزوں کو شامل نہیں کرسکتے تو اپنی بیوی، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں کو تو شامل کرلیں۔ اگر آپ خدا تعالیٰ کی جماعت کی طرف سے کسی عہدے پر مامور ہیں تو ان سب کو شامل کرلیں۔ اگر آپ خدام الاحمدیہ کے قائد ہیں تو خدام کو شامل کرلیں۔ اگر آپ لجنہ کی صدر ہیں

تو لجنہ کو شامل کریں۔ غرضیکہ جس جس دائرے پر بھی آپ کو کسی کام پر مامور فرمایا گیا ہے ان کو اپنے ساتھ شامل کریں۔ ایسی صورت میں جب ایاک نعبد (ہم تیری عبادت کرتے ہیں) کہیں گے تو اس کے ساتھ ہی اپنے نفس کا محاسبہ شروع ہو جائے گا اور انسان یہ سوچے گا کہ کس حد تک میں ان کی نمائندگی کا حق رکھتا ہوں۔ کیا میں نے ان کو عبادت کرنے میں اپنے ساتھ شریک کرنے کی کوشش کی بھی کی ہے کہ نہیں؟ کیا میں نے واقعتاً چاہا ہے کہ یہ سارے میرے ساتھ خدا کی عبادت کرنے والے بنیں۔ پس اگر ایسا نہیں ہوا تھا تو پھر ایاک نعبد کے مضمون میں کچھ ہوا نکل جائے گی۔ کچھ جان نکل جائے گی۔ وہ طاقت اس میں نہیں پیدا ہو سکتی"۔

(خطبہ جمعہ 28 دسمبر 1990ء۔6 فروری 1991ء الفضل)

نماز کو حسین بنانے کے مضمون کو اچھوتے انداز میں میں بیان فرمایا:-

"حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے وصل الٰہی کو نماز کا مقصد قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "یہ تو ایک سواری ہے۔ جس پر بیٹھ کر انسان اپنے محبوب کی طرف جاتا ہے اور ہر دفعہ ہر سفر کا مقصد ملاقات ہے"۔ پس اگر آپ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو نماز کی سواری پر سوار ہو کے آپ پانچ دفعہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ بھی نوافل پڑھ لیتے ہیں تو اتنی ہی بار آپ خدا تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مضمون کو احسان کی تفسیر کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ فرمایا احسان کیا ہے؟ "اس طرح نماز پڑھنا گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو"۔

وصل کی تعریف یہ ہے کہ تم نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو بلکہ اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر اس مقام تک پہنچنے کی اس حد تک توفیق نہیں ملتی تو کم از کم اتنا احساس تو ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہو۔ ایسی نمازیں اصل میں وہ نمازیں ہیں جو شیریں اور پر لذت مضمون کے ساتھ بھر جاتی ہیں کیونکہ جس ہستی کو آپ مخاطب کر رہے ہیں اور اسکی ثناء اور اسکی تسبیح کر رہے ہیں، اسکی حمد کے گیت گا رہے ہیں اگر وہ سامنے موجود ہو اور آپکو احساس ہو کہ وہ سن رہا ہے پھر آپکی تعریف اور حمد و ثناء میں ایک خاص لذت پیدا ہوگی۔ اور اگر اسکی حاضری کا احساس نہ ہو یا یہ بھی احساس نہ ہو کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو یہ ساری چیزیں بے معنی ہو جائیں گی۔ وہی الفاظ آپ زندگی میں کروڑوں دفعہ بھی دہرائیں تو انکے کوئی معنی نہیں ہوں گے۔ یعنی مطلب نہ سمجھنے کے باوجود بھی وہ نتیجہ خیز نہیں ہوں گے۔ اس لئے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اسکی طرف بار بار توجہ دلاتے ہیں۔ اور اگر وصال نصیب نہ ہو تو اس کیلئے دوا بھی دیتے ہیں؟ وصال کیسے نصیب ہوتا ہے؟ وصال سے محرومی کا کیا علاج ہے؟ فرماتے ہیں "جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے کوئی وصال حاصل نہیں کر سکتا"۔

پس ان معنوں کی رو سے احسان کا ایک اور معنی بھی سمجھ آ گیا اور یہ بات بھی سمجھ آ گئی کہ کیوں اسے احسان کہا گیا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقاء کا نام احسان فرمایا ہے۔ ایک عارفانہ نکتہ ہمیں حضرت مسیح موعود... سے یہ معلوم ہوا کہ "لقاء کا نام اس لئے احسان بیان فرمایا کہ خدا کے احسان کے بغیر وصال نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے اللہ کا احسان کہ جب بندے پر ہو جائے تو اس کی نمازوں میں خدا نظر آنے لگ جائے"۔

(خطبہ جمعہ 6 دسمبر 1989ء)

"آیت استخلاف میں خلافت کی ایک ذمہ داری شرک کا قلع قمع بھی بیان ہوا ہے۔ دیکھئے کس باریکی سے حضور مخفی شرکوں کو ننگا کر کے انہیں ختم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ جب آپ نمازوں میں اپنے نفس کے تجزیے کے عادی ہو جاتے ہیں اور بار بار (تکبیر ناقل) کی مدد سے اپنے اندرونی فسادات کی تعیین کرتے ہیں تو آپ کو اپنے اندر ایک نہیں بلکہ متعدد مخفی بت نظر آئیں گے اور شرک خفی کی مختلف صورتیں اپنے وجود کے اندر دکھائی دینے لگیں گی۔ پس اس صورت میں نماز ایک آئینہ بن جاتی ہے۔ جو آئینہ خانے کا سا منظر پیش کرتی ہے یعنی جس سمت میں آپ دیکھیں گے نماز کے آئینہ خانہ میں آپ کو کوئی نہ کوئی مخفی بت اور کسی نہ کسی شرک کا دبا ہوا پہلو دکھائی دینے لگے گا اور اس کی تصحیح کرتے وقت آپ ہر کوشش کے بعد نسبتاً زیادہ موحد بنتے چلے جائیں گے"۔

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اس ضمن میں فرمایا نماز کی ہر حرکت کو تبدیل کرتے وقت سواء ایک جگہ کے سب مقامات پر اللہ اکبر کہنے کا حکم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قبلہ نما ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ تمہاری توجہ کس جگہ پر مرکوز ہونی چاہیئے۔ گویا یہ قبلہ درست کرتا رہتا ہے۔ مثلاً تفکرات پر کسی کا بس نہیں لیکن جو دنیا دار کے تفکرات ہیں وہ نماز پر غالب آ جاتے ہیں لیکن مومن کے تفکرات دنیا کے لئے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کے لئے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی ایک مبتدی کو ہر حرکت سے تبدیلی پر اللہ اکبر کا پیغام متوجہ کر دیتا ہے کہ تمہاری توجہ کس طرف ہونی چاہیئے۔ گویا اللہ اکبر ان تفکرات سے نجات دلاتا ہے اور قبلہ درست کئے رکھتا ہے..... ہر حرکت پر اللہ اکبر کہنے کی ایک حکمت (یہ بھی ہے کہ) ہر انسان کو سوچوں کے مخمصے سے نکالنا بھی ہے۔ پس اللہ اکبر نماز کا قبلہ درست کرتا ہے اور نماز انسان کا قبلہ درست کرتی ہے"۔ (13 دسمبر 1985ء)

حضور فرماتے ہیں کہ نمازوں کو خوبصورت بنانے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ فرمایا:۔

"عرفان جتنا جتنا بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا اتنا نماز میں لذت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور عرفان بڑھانے کے لئے بہت غیر معمولی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر انسان کا اپنا علم عرفان پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 1990ء) (الفضل 10 جنوری 1991ء)

نماز اور لذت کے سوال کا حل حضور نے نہایت بصیرت سے فرمایا کہ:۔

"لذت تو وہاں آتی ہے جہاں لذت کا قبلہ ہو۔ اگر قبلہ اور طرف ہو اور آپ کا منہ اور طرف ہو تو آپ کو بے

چینی پیدا ہوگی۔ لذت نہیں آئے گی۔ پس لفظ حمد پر غور کرنا بہت ضروری ہے اور اس کا ایک آسان طریق یہ ہے کہ اپنی ذات کا تجزیہ کیا جائے اور انصاف کے ساتھ اور تقویٰ کے ساتھ انسان پہلے یہ تو معلوم کرے کہ مجھے کون کون سی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔ کون کون سے چیزیں ایسی ہیں جن سے مجھے پیار ہے۔ ان چیزوں کو اگر نماز کے ساتھ باندھ دیا جائے تو نماز بھی پیاری لگنے لگے گی"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 1990ء۔ الفضل 15 جنوری 1991ء)

آپ مزید بیان فرماتے ہیں:۔

"جب یہ ثابت ہوگا کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتا یعنی دعا کرنے والا قطعی طور پر خدا ہی کی عبادت کرتا ہے اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مدد اس سے مانگے گا اور کوئی مدد کے لئے رہا ہی نہیں۔ کیونکہ جب معبود اٹھ گئے تو معبود تو ہوتے ہی وہ ہیں جن کے سامنے انسان اپنی ساری ہستی جھکا دیتا ہے اور اس سے بڑا اور کسی کو نہیں دیکھتا۔ اس کے بعد اور کون سا دروازہ رہ جاتا ہے جس کو کھٹکھٹانے کے لئے وہ اپنی ضروریات کی خاطر جائے گا۔ پس (ہم تجھ صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کا مضمون (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) سے از خود پیدا ہوتا ہے اور اتنا ہی پیدا ہوتا ہے جتنا کہ (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کے اندر سچائی پائی جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ پس اگر کسی کی عبادت حمد سے خالی ہو اور حمد غیروں کے لئے ہو خواہ بظاہر اس کی عبادت کرے یا نہ کرے تو اس کی حمد سکڑ کر چھوٹی سی رہ جاتی ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 1990ء۔ الفضل 10 جنوری 1991ء)

محبت الٰہی میں مستغرق ہوئے بغیر قیام جماعت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس نکتہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"پس میں احباب جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ آپ کو اس کے مطابق بننا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا کو پناہ دینے کے لئے قائم فرمایا ہے۔ وہ فرشتے جو اپنے پروں کے نیچے دوسروں کو لیتے ہیں آپ کو وہ فرشتے بننا پڑے گا اور ایسے لوگ بننا پڑے گا جن کے ساتھ بیٹھنے والے بھی بد نصیب نہیں رہا کرتے۔ ساری دنیا کو امن دینا اور سکون عطا کرنا اور طمانیت بخشنا اور اسے خدا کی رحمت تلے لے آنا بہت عظیم الشان کام ہے۔ اس کا سوائے اس کے کہ آپ خدا کی محبت میں ڈوب جائیں اور کوئی حل نہیں ہے۔ آپ خدا کا ذکر اس رنگ میں کریں کہ جس پر خدا کی نظر پڑتی ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مارچ 1987ء۔ الفضل 3 جنوری 1989ء)

نمازوں کی انتہا لقاء الٰہی ہے۔ حضور پر نور نے اپنے درس حدیث میں اس مضمون کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"صاحب لقاء بننے کے لئے دو شرائط۔ لقاء کے لئے پہلی شرط عجز اور انکساری ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم الشان صاحب وحی ہونے کا اعلان کیا تو پہلا اعلان خدا نے یہ سکھایا:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(الکہف: ۱۱۱)

تو کہہ دے کہ میں تم جیسا ایک انسان ہوں۔ اس سے زیادہ انکساری ممکن ہو ہی نہیں سکتی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔

دل کی خواہش

یہ مضمون ایسا ہے کہ میں بلکل اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے تھک نہیں سکتا۔ میرے دل میں اس بارہ میں درد اور غم کی ایک ایسی آگ لگی ہوئی ہے کہ آپ میں سے بہت سے اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ ہر گز میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والا نہیں۔ خصوصاً جب تک مجھے یہ چین نصیب نہ ہو جائے کہ جماعت نماز کے معاملہ میں آج سے سینکڑوں گنا زیادہ بیدار ہو چکی ہے اور اگلی صدی میں اس طرح خدا کے حضور سر جھکا کر داخل ہو رہے ہیں کہ ہم اور ہماری بیویاں، ہماری مائیں، ہماری بیٹیاں اور ہماری بہنیں، ہمارے بھائی، سارے بڑے اور چھوٹے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اس کی عبادت کی روح کو سمجھتے ہوئے عاجزانہ طور پر آئندہ نسلوں کے انسانوں کے لئے دعائیں کرتے ہوئے اگلی صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ کرے کہ ہمیں اس کی توفیق ملے۔

سوال یہ ہے کہ خدام الاحمدیہ یا انصاراللہ یا دیگر تنظیمیں ان لوگوں کو کس طرح سنبھالیں؟ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم پہلی ذمہ داری بیرونی تنظیموں پر نہیں ڈالتا بلکہ ذمہ داری گھروں پر ڈالتا ہے اور یہ ایک بڑا گہرا اور پر حکمت نکتہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر گھر اپنے بچوں کی نماز کی حفاظت نہیں کریں گے تو بیرونی دنیا لاکھ کوشش کرے وہ اس قسم کے نمازی پیدا نہیں کر سکتی جو گھر کی تربیت کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ پس میں تمام گھروں کو یہ تلقین کرتا ہوں کہ وہ بڑی ہمت اور جدوجہد کے ساتھ نمازی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ہمارے ماضی میں جو نیک مثالیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں ان کی پیروی کریں۔

نماز اور دعا کا تعلق ایک اٹوٹ انگ ہیں۔ آپ دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں اپنی آئندہ نسلوں کو عبادتوں پر قائم کرنے کے لئے دعا کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دعاؤں میں درد پیدا کریں۔ دعاؤں میں گریہ وزاری پیدا کریں دعاؤں میں خدا تعالیٰ بیقراری اور بے چینی کو محسوس کرے اور وہ جان لے کہ آپ اپنی اولادوں اور آئندہ دور تک آنے والی نسلوں کو خدا کے عبادت گزار بندے بنانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آئندہ سفر اختیار کرنے کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کا آغاز ہو جائے گا۔ پھر جوں جوں اس میں قدم آگے بڑھائیں ہمیشہ دعا کو یاد رکھیں اور دعا سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔ دعا سے عجائب کام ہوتے ہیں۔ حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں"۔

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"پس میں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ اٹھو نمازیں پڑھو۔ یہی تمہارے ہتھیار ہیں۔ تم ان روحانی ہتھیاروں کو استعمال کرو پہلے سے بڑھ کر خدائی عبادتوں میں شغف دکھاؤ۔ پہلے سے زیادہ بڑھ کر ان عبادتوں میں اپنے دلوں کو

نرم کرو۔ اپنی روحوں کو گداز کرو اور خدا کے حضور گریہ کا شور مچادو۔ خدا کے حضور اپنی عاجزی اور درد کی حالت اور بیکسی کی حالت کو پیش کرو۔ اور پھر دیکھو کہ خدا کی قسم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ہمارے حق میں پورا کر کے دکھایا جائے گا:۔

"آؤ اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کے نمونے دیکھیں"

خدا ہمیں حضور کی خواہش کے مطابق خدا کے در پر جھکنے والے عاجز عابد بندے بنا دے۔ (آمین)

عربی زبان کی اہمیّت و فضیلت

"اس زبان کا جاننا دراصل رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کی محبّت کا معیار ہے"

(مکرم عامر ارشاد صاحب کراچی)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علوم الہیہ کا وہ بحر بے کنار تھے کہ جس نے ہر قوم ہر نسل کو بلا تفریق مذہب و ملت سیراب کیا اور ہر انصاف پسند اور نیک فطرت نے آپ کے مشرب علمی سے پاک اور اصفیٰ علوم کی مشکیں بھریں۔

ان تمام علوم کا منبع خدا کی ذات تھی جس نے مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اپنا پاک کلام نازل کیا اور اس ذات باری تعالیٰ نے اس کلام کو بلسان عربی مبین ہم تک پہنچایا۔ یعنی عربی زبان میں جو کہ اپنے مطالب کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ کے متعدد علمی کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے عربی زبان کو تمام زبانوں کی ماں ثابت کیا ہے اور اس تحقیق سے کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ آپ نے اسلام کی عالمگیر فتح کی بنیاد رکھ دی کیونکہ عربی زبان کے ام الالسنہ اور الہامی زبان ثابت ہونے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام کتابوں میں سے جو مختلف زبانوں میں مخصوص قوموں کی اصلاح کے لئے نازل ہوئیں، اعلیٰ اور ارفع، اتم اکمل اور خاتم الکتب اور ام الکتب قرآن مجید ہے اور رسولوں میں سے خاتم النبیین اور خاتم الرسل حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چنانچہ آپ اپنی اس معرکہ آراء تصنیف (منن الرحمٰن جس میں آپ نے عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کیا ہے) کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کی بعض پر حکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل صرف بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق بات پر مطلع کر دیا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں اور کیسے وہ لوگ دھوکے میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ انسانی بولی کی جڑ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق السنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو ام الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الہامی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں

ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے نکلی اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور صحیح علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زبان عربی ہے"۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 352)

اور پھر نہ صرف یہ کہ آپ نے عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کیا بلکہ ساری دنیا کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی زبان میں وہ کمالات دکھاویں جو عربی زبان میں پائے جاتے ہیں تو ان کو فتح کی صورت میں پانچ ہزار روپیہ انعام میں دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے...... ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار روپے کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے......"

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 321-322)

خدا تعالیٰ نے آپ پر جو علوم کے خزانے کھولے اسکی وجہ خدا اسکے رسولؐ اور اسکی کتاب سے محبت تھی۔ آپ نے کلام اللہ سے اس قدر محبت کی کہ دن رات آپ اسی کے پڑھنے اور اسی کے غور کرنے میں مشغول رہتے اور آپ نے کلام اللہ کی محبت میں بہت سی نظمیں بھی لکھیں جو آپ سے پہلے کبھی کسی نے نہیں لکھی تھیں۔

اور جیسا کہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اس لئے اسے سمجھنے اور ہدایت پانے کے لئے عربی زبان کا جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ عربی زبان کے بغیر قرآن کریم کے صحیح معانی تک پہنچنا ناممکن ہے۔ چنانچہ کلام اللہ سے محبت کا تقاضہ ہے کہ عربی زبان کا علم حاصل کیا جائے۔

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جماعت کو عربی زبان سیکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میں یہ بھی اپنی جماعت کو نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ وہ عربی سیکھیں کیونکہ عربی کی تعلیم کے بدوں قرآن کریم کا مزہ نہیں آتا۔ پس ترجمہ پڑھنے کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا عربی زبان کو سیکھنے کی کوشش کریں۔ آج کل تو آسان آسان طریق عربی پڑھنے کے نکل آئے ہیں۔ قرآن شریف کا پڑھنا جبکہ ہر مسلمان کا فرض ہے تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ عربی زبان سیکھنے کی کوشش نہ کی جاوے اور ساری عمر انگریزی اور دوسری زبانوں کے حاصل کرنے میں کھو دی جاوے"۔ (ملفوظات حضرت مسیح موعود... جلد 1 صفحہ 297)

چنانچہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اسی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ کلام اللہ کو سمجھنے کے لئے عربی زبان سے واقفیت حاصل کریں۔ آپ نے انٹرنیشنل شوریٰ جولائی 1991ء اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے انگریزی خطاب میں اس بارے میں جو فرمایا اس کا ترجمہ مندرجہ

ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہر احمدی کو اپنی پوری صلاحیت کی حد تک ترجمہ کے واسطہ سے نہیں بلکہ براہ راست عربی متن سے خدا کے پیغام (قرآن کریم) کو سمجھنا چاہیئے۔ گو ترجمہ کا نظام ضروری ہے مگر ناگزیر مجبوری کے تحت، لیکن یہ کافی نہیں۔ ہر کسی کو علم ہونا چاہیئے کہ اس طرح ترجمہ کیوں کیا جاتا ہے۔ کسی اور طریق سے کیوں نہیں؟ اس لئے کہ اصل عربی الفاظ مختلف امکانی معانی کے متحمل ہوتے ہیں مگر مترجم کو ان میں سے صرف ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی خود معین طور پر الفاظ کے معانی نہیں جانتا تو وہ ترجمہ کرنے میں کئی لحاظ سے غلطیوں کا ارتکاب کرے گا۔ اولاً اس کا قرآن کریم کے بارہ میں تصور ہمیشہ محدود رہے گا۔ اس کا فہم قرآن (مثلاً) مولوی شیر علی صاحب کے ترجمہ قرآن کی حد تک ہوگا یا اس کا فہم قرآن ملک غلام فرید صاحب کے ترجمہ قرآن کی حد تک ہوگا۔ اس بات کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ وہ کون سا ترجمہ قرآن پڑھتا ہے۔ مگر قرآن کریم یہی کچھ تو نہیں۔ قرآن اس سے کہیں زیادہ بحرِ بیکراں کتاب ہے۔ اس سے کہیں زیادہ عمیق اور گہرائی والی ہے۔ پس میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ذاتی تعلق ضروری ہے کیونکہ ہم وقت کے لحاظ سے ایک اہم مقام یعنی نئی صدی کے سر پر کھڑے ہیں جو ہمارے سامنے ہے"۔ (انٹرنیشنل شوریٰ جولائی 1991ء اسلام آباد ٹلفورڈ سے خطاب) (انگریزی خطاب سے اقتباس کا ترجمہ۔ بحوالہ انصار اللہ ربوہ۔ جولائی 1993ء)

اور پھر اپنے عربی کلام میں فرماتے ہیں (ترجمہ):۔

"اور جس نے دعویٰ کیا کہ وہ وصال الٰہی حاصل کرنے والوں اور فقراء اور عارفوں میں سے ہے اور وہ اس زبان کو یعنی عربی زبان کو اچھی طرح سے نہیں جانتا تو اس کا فقر سید الکونین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی طرح نہیں بلکہ وہ دونوں جہانوں میں کالے منہ والا ہے اور اس بات سے حیران مت ہو اور شناخت سے پہلے غصے میں مت آؤ۔ کیونکہ جو شخص قرآن کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا ذہن عربی زبان کے متعلق کند کیسے ہو سکتا ہے اور محبت کے دعوے اور دل کے شوق کے باوجود وہ اس زبان میں کمی کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے دل پر اس رحمان کا لطف و احسان تجلّی نہ کرے اور اپنے احسان سے اس کو نبی کی زبان نہ سکھائے۔ اس زبان کا جاننا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی محبت کا معیار ہے کیونکہ جو عربی زبان سے محبت رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی محبت کی وجہ سے یہ محبت رکھتا ہے اور جو اس سے بغض رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے بغض کی وجہ سے یہ بغض رکھتا ہے۔ محبت رکھنے والے علامتوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ محبت کا یہ ہے کہ وہ مشابہت پیدا کرنے کے لئے حرکت دیتی ہے یہاں تک کہ محبوب کے طور و طریق ہی کو وہ ترجیح دیتا ہے اور اسی کو محبوب بناتا ہے۔ اور جس کو یہ ذوق نہیں ملتا وہ عاشقوں کے مشرب میں کافر ہے اور جو شخص قرآن کریم اور سیدنا خاتم النبیینؐ سے محبت رکھتا ہے جو خلوص اور وفا کی شرط ہے میں نہیں سمجھتا وہ اس زبان میں جاہل رہ سکتا

ہے بلکہ اس کی محبت اسے اس میں کمال حاصل کرنے کے لئے آگے لے جائے گی اور ہر ایک سے وہ آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا اور اس کا نطق چمکدار موتیوں کی طرح ہو جائے گا اور اس کا کلام ایک عجیب خوشبو سے معطر ہو جائے گا اور اس میں ہر قسم کی صفائی پیدا ہو جائے گی۔ پس محبت کرنے والوں کی طرح غور کر۔ اور اگر محبت نہ ہوتی تو مجھے اس زبان کا علم نہ دیا جاتا۔ پس مجھے محبت کی وجہ سے ہی یہ ملا ہے۔ اور یہ اس ارحم الراحمین کی طرف سے میری محبت کی نشانی ہے۔ سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے مجھے اس زباں کا علم دیا۔ وہ سب انعام کرنے والوں میں سے بہتر انعام کرنے والا ہے"۔ (انجام آتھم اردو ترجمہ از عربی عبارات صفحہ 265۔266)

حضرت مسیح موعود..... کی اس عبارت میں ہر اس شخص کے لئے جو قرآن کریم اور رسول کرم کی محبت رکھتا ہے غور اور فکر کا مقام ہے۔ آپ نے اس زبان کے علم کو محبت کی نشانی قرار دیا ہے اور یہ واقعی درست ہے۔ عربی زبان کا علم اور قرآنی معارف آپ کو اعجازی طور پر دیئے گئے اور ان میں آپ کو سب پر غلبہ بخشا گیا۔ قرآن کریم کے متعلق آپ ایک الگ جگہ فرماتے ہیں:۔

"اور مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے"۔

(سراج منیر صفحہ 35)

چنانچہ آج احمدیت جو غلبہ کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے ہر ملک ہر قوم ہر نسل اور ہر فرقے کے نفوس اس جھنڈے تلے فوج در فوج جمع ہو رہے ہیں اور ایک عالمی وحدت اور اتحاد کے ابھرنے والے سورج کی شعائیں دنیائے احمدیت کو منور کر رہی ہیں۔ اس موقع پر ہمارے پیارے امام نے ہمیں اپنے خطبہ جمعہ میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ احمدی کم از کم تین درج ذیل زبانیں ضرور سیکھیں اور ان میں اعلیٰ علمی اور ادبی مہارت پیدا کریں۔

(1) عربی زبان کو عالمگیر اور الہامی زبان کی حیثیت سے

(2) اردو زبان کیونکہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود..... سے .... (دینِ حق) کی نشر و اشاعت کی تکمیل کا کام لیا۔

(3) ہر ملک کی لوکل زبان

اس میں بتایا کہ غلبہ اسلام کے وقت عالمگیر حیثیت جس زبان کو حاصل ہوگی وہ عربی زبان ہوگی۔ اس لئے آپ نے جماعتوں کو یہ تلقین کی کہ یہ کام صرف ایک صدی تک ممتد نہیں رہنا چاہیئے بلکہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کی تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جماعتیں اپنے ہاں اس کے بارے میں مستقل انتظام کر کے مجھے اطلاع کریں۔

چنانچہ ہم سب کا فرض ہے کہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نظام جماعت سے تعاون کریں اور نظام جماعت اس بارے میں جو بھی طریق وضع کرے اس کا پورا پورا ساتھ دیں کیونکہ یہ خدا، اس کے رسولؐ اور قرآن کریم، اور امام وقت سے محبت کا تقاضہ ہے۔ اور اس راہ میں عمر کی کوئی روک نہیں۔ بڑی عمر والوں نے بھی بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ عزم بھی محبت ہی پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ آمین

اُس کی وفات پر

لمحہ لمحہ کڑی دھوپ سر پہ پڑی، لمحہ لمحہ ہی نشتر چبھوتا گیا
صبر تو آئیگا آتے آتے کبھی، اشک گرتے رہے پھول بوتا گیا

باگ ہاتھوں سے ہردم سرکتی رہی، موت کی ساعتوں کو نہ روکا گیا
ہر نظارہ ہی نظروں سے اوجھل ہوا، اور ایسا ہوا بس کہ ہوتا گیا

فاصلے قربتیں راحتیں گلفتیں، روک سکتیں بھلا اس کا کب راستہ
دل سے اُٹھتا دُھواں جب نہ روکے رُکا، آنسوؤں کے نگینے پروتا گیا

موند لیں اس نے آنکھیں تو میں رو دیا، بے بسی کا نظارہ نہ دیکھا گیا
میں یہ سمجھا کہ کچھ اُسکو نیند آگئی، سوگیا اسطرح وہ کہ سوتا گیا

گھر کو جنّت بنا کر جدا وہ ہوا، وہ گیا اور مجھ سے نہ ٹوکا گیا!
اُسکے غم کو گلے سے لگائے ہوئے، قبر تک اسکی شاید میں روتا گیا

کتنا محبوب تھا اسکو میں عمر بھر، اور جدائی کا غم مجھ کو سونپا گیا
اُسکے جاتے ہی پت جھڑ کی رُت آگئی، زیست کی ساری خوشیاں میں کھوتا گیا

لمحہ لمحہ اگرچہ بکھرتا رہا، میرے ہر غم کا چہرہ نکھرتا رہا
جو بھی آنسو بہایا بہایا مگر، دامنِ دل کے دھبوں کو دھوتا گیا

(محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

ٹوپی پہننے کو رواج دیں

"قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع" فرماتے ہیں

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر فرماتے ہیں:-

"ٹوپی سے انسان بہت سی بدیوں سے اس وجہ سے بچتا ہے کہ لوگ آپ سے ان بدیوں کی توقع نہیں کرتے۔ ٹوپی آپ کے مزاج کی تشخیص کر دیتی ہے اور تعین کر دیتی ہے لیکن جہاں تک (بیت الذکر) میں ٹوپی کا تعلق ہے اس کا ادب سے گہرا تعلق ہے۔ میں ایسے نوجوان جانتا ہوں کہ جب ان کو کہا جاتا تھا کہ ٹوپی پہنو تو کہتے تھے ثابت کرو کہ کہاں (حکم) ہے۔ کوئی ضروری نہیں اور اپنے والد کے سامنے بغیر ٹوپی کے جاتے ہوئے ان کی جان نکلتی تھی۔ وہاں جرات نہیں ہوتی تھی کہ دندناتے ہوئے ننگے سر چلے جائیں اور جب (بیت الذکر) میں روکتے تھے تو کہتے تھے کہ کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی خدا سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں باپ سے ڈرنا ضروری ہے اور باپ بھی وہ جلال والا باپ ہو۔ یہ نہایت بے ہودہ حرکتیں ہیں، یہ بے ہودہ بحثیں ہیں۔ اگر تم ٹوپی اتار کر اس طرح دندناتے ہوئے پھرو گے تو زبردستی تو تم پر کوئی نہیں ہو سکے گی۔ جماعت کا کوئی نظام تمہیں سزا نہیں دے گا مگر تم اپنے آپ کو جو سزا دے رہے ہو، تم نے جو بے روی کی راہ اختیار کی وہ تمہیں سب برکتوں سے محروم کر دے گی۔ خدا کے حضور جھکنے کے لئے جس قسم کی عاجزانہ روح کی ضرورت ہے وہ روح باہر چھوڑ کر جا رہے ہو اور (بیت الذکر) میں زینت لے کر نہیں جا رہے۔ حالانکہ قرآن فرماتا ہے کہ اے لوگو (بیت الذکر) میں زینت لے کر جایا کرو۔ (بیت الذکر) کی سب سے بڑی زینت تقویٰ ہے۔ ادب ہے۔ حیاء ہے اور ٹوپی کا سر سے اترنا اس زینت کے بالکل برخلاف اور مخالفانہ بات ہے۔ پس ان تقاضوں کو پورا کرنا چاہیئے اور ہماری فطرت میں جو بات داخل ہے اس کو مدّنظر رکھنا چاہیئے....."

(ارشاد فرمودہ 26 مارچ 1993ء)

قرآن حکیم اور مستشرقین

"مونٹ گمری واٹ" کی نئی کتاب پر ایک نظر!

(مکرم شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

ولیم مونٹ گمری واٹ عہد حاضر کے ایک بہت بڑے مستشرق ہیں۔ وہ اندر سے متعصب عیسائی ہیں۔ اپنی تصانیف میں ایک منافقت کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ رواداریں۔ بعض جگہ اسلام کے حق میں لکھ رہے ہیں لیکن اپنی ایک تازہ تالیف میں بے نقاب ہوگئے ہیں۔ اس کا نام ہے:۔

MUSLIM CHRISTAIN ENCOUNTERS

اس کتاب میں بعض عجیب و غریب باتیں ہیں۔ جس اعتراض کو آج سے 259 سال قبل جارج سیل اپنے ترجمہ قرآن میں رد کر چکا اس کو بھی دہرا رہے ہیں۔ اخت ہارون پر اعتراض ہے کہ مکہ میں بعض لوگ مریم صدیقہ اور مریم اخت ہارون کو خلط ملط کر رہے تھے اور الجھن میں تھے۔ ان سے متاثر ہو کر بانی اسلام کو یہ غلط فہمی تھی کہ مریم صدیقہ حضرت ہارون کی بہن ہیں۔ واٹ سمجھتے ہیں کہ دراصل یہ ایک بہت بڑا انکشاف ہے۔ عیسائی دنیا نے مریم کو آل داؤد سمجھا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ وہ آل عمران ہیں۔ اس نسبت سے انہیں بنت عمران کہا گیا اور یہود نے طعنہ دیا کہ تو اخت ہارون ہے۔ کاہنوں کا خاندان ہے یعنی اخت ہارون والا تیرا نام ہے۔ یہ کیا لائی ہو؟ پس بنت عمران اور اخت ہارون میں بنیادی نسبت کی طرف اشارہ ہے۔ سیل لکھتا ہے کہ بروئے انجیل حضرت مریم کاہنوں کے خاندان (آل عمران) سے تھیں۔ اس لئے انہیں اخت ہارون کہنا بعید از قیاس نہیں کیونکہ حضرت مریم ہارون کے خاندان سے تھیں۔

یہی اعتراض نجران کے عیسائیوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت مغیرہؓ پر کیا۔ جواب میں حضورؐ نے فرمایا "بنی اسرائیل میں اپنے آباؤ اجداد اور مقدسین کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھنے کا رواج تھا"۔ (ترمذی)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ کو نسب کا طعن ملنے پر فرمایا "تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کیونکر بہتر ہو سکتی ہو؟ میرا باپ ہارون ہے اور میرا چچا موسیٰ اور میرا شوہر محمد صلعم ہے"۔

(ترمذی بروایت حضرت انسؓ)

ظاہر ہے کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم آل عمران کے رشتوں سے واقف تھے۔ قرآن نے مریم کو بنت عمران کہا یعنی وہ آل عمران سے تھیں نہ کہ آل داؤد سے اور اسی نسبت سے یہود نے اخت ہارون کہا۔ کیونکہ عمران

کی اولاد میں موسیٰ، ہارون اور مریم تھے۔ اسی نسبت سے بنت عمران اور اخت ہارون کہا گیا۔ یہ ایک انکشاف ہے نہ جائے اعتراض۔

اِسْمُہٗ اَحْمَد

مونٹ گمری واٹ نے اسمہ احمد کے متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ بانیٔ اسلام کا نام سرے سے احمد ہے ہی نہیں۔ 740 عیسوی سے پہلے کسی ماں نے اپنے بچے کا نام احمد نہیں رکھا۔ یہ اسم علم نہیں بلکہ اس کے معنے "بہت قابل تعریف" کے ہیں۔ آٹھویں صدی کے لوگوں نے پہلی دفعہ اسے PROPER سمجھا اور مشہور ہوگیا کہ بانیٔ اسلام کا دوسرا نام احمد بھی تھا۔ واٹ نے یہاں تک دعویٰ کر دیا کہ ابن ہشام میں محمد نام ہے احمد نہیں ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ مسلم اور بخاری میں فرمودہ رسولؐ ہے "میرے کئی نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں... میں حاشر ہوں... میں عاقب ہوں"۔

حسان بن ثابت المؤید بروح القدس نبی اکرم صلعم کی وفات پر فرماتے ہیں اور یہ حوالہ سیرۃ ابن ہشام میں ہے جنہوں نے 213 ہجری میں وفات پائی۔ اے محمدؐ! تیرے مستور ہونے کے بعد انصار پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا...... اے احمد! خدا اس کے فرشتے اور تمام پاکباز انسان تجھ پر ہر آن درود و سلام بھیجتے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام اردو ترجمہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ص 620 مرثیہ حسان بن ثابت نعت میں فرماتے ہیں:۔

(1) جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔

(2) حق کو استحکام دینے اور ملحد کو ذلیل بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان میں موجود ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان اشعار پر فرمایا "بخدا نبی صلعم ایسے ہی تھے"۔

جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ بتولؓ کے اشعار اپنے والد کی وفات پر ہیں:۔

"مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آ پڑتیں تو رات بن جاتا۔ جو قبر احمدؐ کو سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے؟ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

احمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانی نام ہے جو بشارت عیسیٰ میں وارد ہوا اور زبان زد خواص و عام تھا۔ واٹ اتنا بڑا مستشرق ہے افسوس کہ اس نے سیرت ابن ہشام کے آخری اوراق بھی نہیں دیکھے جن میں محمد اور احمد دونوں نام ہیں۔ ولادت اور رضاعت کے باب میں حسان بن ثابت کی روایت درج ہے کہ یہود مدینہ میں احمد کی بشارت کا شہرہ تھا۔ بایں الفاظ آج رات وہ ستارہ طلوع ہوگیا ہے جسکے طلوع کے ساتھ احمد کی ولادت واقع ہونے والی تھی۔ (صفحہ 83)

نبیٔ موعود مثیلِ موسیٰ

تورات میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں ایک عظیم الشان نبی کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی ہے۔ اس کے متعلق واٹ نے یہ گلفشانی کی ہے کہ کلیم اللہ کا صرف

یہ مطلب تھا کہ جب بھی گمراہی پھیلے گی میری طرح بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ سب سے آخر میں حضرت عیسیٰؑ اس فرمودہ کے مصداق تھے۔ واٹ کی یہ تاویل صریحاً تحریف ہے۔ انجیل میں ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ کے بعد اور ان کی آمد ثانی سے پہلے پوری ہوگی۔ (اعمال 28۔ 3/18)

تورات کے مرتبین نے حضرت موسیٰؑ کے نو سو سال بعد کیا سمجھا؟ حضرت عزرا کے الفاظ ہیں "اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند نے روبرو باتیں کی ہوں"۔

(استثنا 34/10)

یہ تورات کے آخری ورق کے الفاظ ہیں جو بعد میں شامل کیا۔ ظاہر ہے تورات کی بشارت میں صرف ایک معیّن نبی کی بشارت ہے۔ قرآن حکیم میں بھی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شاہد نے اپنی مثل ایک نبی کے برپا ہونے کی بشارت دی۔

انجیل برنباس کا بنیادی مواد

انجیل برنباس کے متعلق عہد حاضر کے علماء اب یہ کہتے ہیں کہ اس انجیل میں یہودی مسیحیوں یعنی قرون اولیٰ کے موحّد عیسائیوں کی مرتبہ انجیل کا مواد شامل ہے۔ بعد میں انجیل برنباس کو بگاڑ دیا گیا اور اسلامی حوالے اس میں شامل ہوگئے۔ میری دانست میں یہ تغیر و تبدل اور یہ تحریف چرچ کی سازش کا نتیجہ ہے۔ صاحب موصوف کا اصرار ہے کہ یہ انجیل کسی مسلمان کی تالیف ہے۔

اس انجیل کے اصل مواد پر نظر کیوں نہیں جاتی؟ جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے بنی اسرائیل میں نہیں بلکہ بنی اسماعیل میں مبعوث ہونا ہے۔ (انجیل برنباس پر راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو جو انصار اللہ میں شائع ہو رہا ہے)

خلق طیر

جس طرح حضرت کلیم اللہ کو یہ معجزہ دیا گیا کہ انہوں نے عصا پھینکا تو دیکھنے والوں کو سانپ نظر آیا اور جادوگروں کے ساتھیوں کو نگل گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ سانپوں کی نسل میں اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ تھا عصا کا عصا ہی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ مٹی کی چڑیاں بناتے، ان میں پھونک مارتے تو وہ باذن اللہ اڑنے لگتیں۔ وہ رہتی تو مٹی کی چڑیاں ہی تھیں۔ قرآن میں خدا نے اس قصہ کا ذکر کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ "فَيَصِيرُ حَيًّا بِإِذْنِ اللّٰهِ" بلکہ یہ فرمایا کہ "فیکون طیرا باذن اللہ" یعنی محض طیرانی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی پرندوں میں اضافہ نہیں ہو جاتا تھا چنانچہ (یہودیوں کی مخالفانہ انجیل) "تولدوتھ یشوعہ" میں ہے کہ مٹی کی چڑیاں آگے جا کر گر پڑتیں۔ اس معجزہ کا ذکر اناجیل اربعہ میں نہیں ہے البتہ غیر مستند اناجیل میں موجود ہے۔ واٹ نے اشارہ کیا ہے کہ قرآن نے یہ معجزہ غیر مستند اناجیل سے لیا ہے ورنہ نئے عہد نامہ میں اس کا ذکر مفقود ہے۔

اناجیل میں خلق طیر کے اس معجزہ کا ذکر کیوں

نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انجیل یوحنا کے شروع میں ہے کہ یسوع کلمہ ازلی ہے۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ (یوحنا 1/3)

گویا یسوع سب چیزوں کا خالق ہے۔ ظاہر ہے خلق طیر کے معجزہ سے خالق کل شیئ پہ حرف آتا تھا۔ اس لئے اناجیل میں اس معجزہ کو نہیں لایا گیا البتہ دوسری اناجیل اور یہودیوں کی انجیل تولدوتھ یشوعہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مونٹ گمری واٹ نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ قرآن نے جس تثلیث کا ذکر کیا ہے وہ خدا، مریم اور ابن مریم ہے۔ حالانکہ تثلیث کے اقانیم باپ، بیٹا اور روح القدس ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ تثلیث سے بانئ اسلام واقف نہ تھے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں ایک معمولی اقلیت نصاریٰ کی موجود تھی جو مریم کی معبودانہ حیثیت کو تسلیم کرتی تھی۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ قرآن نے تثلیث کے ایک ابتدائی عقیدہ کا ذکر الٰھین من دون اللہ کے الفاظ میں کیا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ جس امت میں حضرت مسیح نے اپنی زندگی گزاری اور جن لوگوں میں فوت ہوئے وہ آپ کی وفات کے بعد بگڑ گئی اور انہوں نے مریم اور ابن مریم کو خدا کے علاوہ دو معبود بنالیا۔ قرآن حکیم نے یہ بھی وضاحت کردی کہ مریم اور ابن مریم پیش آمدہ مصیبت سے نکل کر ہجرت فرما ہوئے اور ربوۃ ذات قرار و معین کے مصداق علاقہ میں آگئے۔ تحقیق یہ بتائی گئی ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور بلاد شرقیہ میں جلاوطن بنی اسرائیل کے اسباط آباد تھے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا مشن اپنی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش، ان کو مجتمع کرنا اور ان کی ہدایت تھا۔ (یوحنا 10/16)۔ ان لوگوں میں آپ اپنی والدہ اور بعض حواریوں کے ہمراہ آئے تھے اور یہاں کے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ آپ ان لوگوں میں رہے اور ایک سو بیس سال عمر پائی۔ کشمیر میں فوت ہوئے۔ ایران کے ساسانی دور یعنی تیسری صدی کے کتبات میں اس تاریخی حقیقت کا ذکر مل گیا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ بدھوں اور برہمنوں کے علاقہ میں یہود اتنی کثرت سے آباد تھے کہ درجہ اول پر ان کی آبادی تھی۔ پھر ان میں ناصرا یعنی نصاریٰ پیدا ہوئے یعنی حضرت مسیح ناصری کی امت ہویدا ہوئی۔ یہ لوگ تھے جو حضرت مسیح کی وفات کے بعد بگڑ گئے۔ یہاں تک بگڑ گئے کہ انہوں نے مریم اور ابن مریم کو معبود بنالیا۔ ظاہر ہے کہ قرآن حکیم نے ایک بہت بڑا انکشاف کیا۔ الٰھین من دون اللہ ماننے والے بلاد شرقیہ کے لوگ تھے۔ مادمت فیھم سے ظاہر ہے انہی لوگوں میں حضرت مسیح رہے۔ اپنی زندگی کے دن گزارے اور آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں مادمت فیھم کی تفسیر میں یہ مضمون بیان کیا ہے کہ سب سے اول یہی لوگ بگڑے تھے۔

جارج سیل نے اپنے مقدمہ قرآن میں لکھا ہے کہ بلاد شرقیہ کے مصنفین ذکر کرتے ہیں کہ ان ممالک میں مریم اور ابن مریم کو معبود ماننے والے لوگ پروان چڑھے۔ ان کا ایک وفد 325 عیسوی میں نیقیہ کی کونسل میں بھی شامل ہوا اور اپنے عقیدہ کا برملا اظہار کیا۔ اس نسبت سے مغرب میں اس فرقہ کو مریمی فرقہ کا نام دیا گیا۔ کونسل نے ان کے عقیدہ کو رد کر دیا اور مریم کی جگہ روح القدس کو اقنوم ماننے کے عقیدہ کی توثیق کر دی۔ سیل کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"بلاد شرقیہ کے لکھنے والوں نے ایک عیسائی فرقے کا ذکر کیا ہے جو خدا، مریم اور ابن مریم کی تثلیث کا قائل تھا۔ لیکن تثلیث کی یہ صورت عرصہ دراز سے مفقود ہو چکی ہے"۔ (سیل کا مقدمہ قرآن طبع اول حاشیہ ص 72)

پھر سیل نے لکھا ہے:۔

"نیقیہ کی کونسل (325ع) کے موقع پر اس عقیدہ کے لوگ موجود تھے جو کہتے تھے کہ اللہ کے علاوہ دو اور معبود مریم اور ابن مریم ہیں۔ اسی مناسبت سے ان کا نام مریمی فرقہ پڑ گیا۔ اس کونسل میں دوسرا گروہ اس خیال کا تھا کہ حضرت مریم انسانی سرشت کے موروثی گناہ سے مبرا ہیں اور الوہی مقام ان کو حاصل ہے۔ پوپ نے اعلان کیا کہ مریم کو تثلیث کا اقنوم قرار دینا اور یہ کہنا کہ مریم کے بغیر تثلیث نامکمل ہے۔ ایک باطل عقیدہ ہے"۔

(سیل کا مقدمہ قرآن طبع دوم ص 37)

اس کونسل میں باپ، بیٹا اور روح القدس کے اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ پاس ہو گیا۔ اس حوالے سے ظاہر ہے کہ بلاد شرقیہ میں جو تثلیث پروان چڑھی وہ خدا کے علاوہ مریم اور ابن مریم کی معبودانہ زندگی والی تھی۔ پس یہ جائے اعتراض نہیں بلکہ ایک بہت بڑا انکشاف ہے جو قرآن حکیم نے کیا ہے۔ تاریخ کلیسا سے ثابت ہے کہ بعد میں مغرب کے دوسرے علاقوں میں بھی مریم والی تثلیث نفوذ کر گئی۔ چنانچہ سِتھیا، تھریس اور عرب میں بعض اقلیتی فرقے موجود تھے جو مریم کی معبودانہ زندگی کے قائل تھے۔
(انسائیکلوپیڈیا برٹنیکا 11 ایڈیشن جلد 17 ص 813)

پس قرآن حکیم نے اس ابتدائی تثلیث کا ذکر کیا جو حضرت مسیح کی وفات کے بعد ان کی اس امت میں پھیل گئی جن میں حضرت مسیح نے اپنی زندگی کے دن گزارے۔ یہ وہ تثلیث نہیں جو نزول قرآن کے وقت عیسائی دنیا میں مروج تھی۔ یعنی باپ، بیٹا، روح القدس والی تثلیث۔ مادمت فیھم میں یہ اشارہ موجود ہے۔

جماعت احمدیہ کا ذکر

مونٹ گمری واٹ نے دو دفعہ جماعت احمدیہ کا ذکر کیا ہے۔ اسے وہ "ملحد" یا "بدعتی جماعت" کا نام دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ گہری بے ہوشی میں وہ موت کے مشابہ ہو گئے۔ اس حالت سے زندہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ہجرت کر گئے۔ انکا مزار کشمیر میں موجود ہے۔ یہ ایک لایعنی بات ہے۔ یعنی اسکی کوئی قدر و

قیمت نہیں- جماعت احمدیہ اپنے اس نظریہ کی بنیاد ولکن شبہ لھم پر رکھتی ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی حالت موت کے مشابہ ہوگئی- اس تنقید کے جواب میں گزارش ہے کہ مصر کے آثار سے تابعین کی انجیل فلپ برآمد ہوئی ہے- اس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا ضرور گیا لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ "اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو رحمتِ خداوندی دوڑتی ہوئی آئی اور وہ صلیبی موت سے بچالئے گئے- پس جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ پہلے فوت ہوگئے پھر زندہ ہوگئے وہ غلطی خوردہ ہیں- وہ پہلے اٹھ کھڑے ہوئے پھر انکی وفات ہوئی- انجیل فلپ کے الفاظ یہ ہیں:-

Those who says that the lord died first and then rose up are in error, for he rose up first and then died.

یہ الفاظ قول نمبر 21 کے ہیں- اسکا مفہوم بالکل واضح ہے-

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خداوند پہلے فوت ہوگیا اور پھر زندہ ہوگیا وہ غلطی میں مبتلا ہیں- اس لئے کہ وہ پہلے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ان کی طبعی وفات ہوئی-

The Gospel of Philip
By. R. M. Wilson. (P. 85)

ROSE UP یعنی اٹھ کھڑے ہونے کا کیا مطلب ہے- بائیبل کے نئے عہد نامے میں خط یعقوب ملاحظہ ہو- یعقوب حواری کہتے ہیں دعا سے بیمار بچ جائے گا اور خداوند اسے اٹھا کھڑا کرے گا- (5/15)

اسی محاورہ کو انجیل فلپ میں لایا گیا کہ حضرت مسیح مشابہ بموت حالت سے بفضلہ تعالیٰ اٹھ کھڑے ہوئے- ان کی حقیقی موت اس امر کے بعد واقع ہوئی- یہی مضمون انجیل فلپ کے قول 72 میں ہے لیکن اس کی کچھ عبارت اڑی ہوئی ہے مکمل نہیں ہے- دو عالموں نے اس عبارت کے LACUNA کو پر کیا ہے- مفہوم یہ ہے:-

"جب اس نے صلیب پر کہا میرے خدا میرے خدا میرے آقا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو اس نے (خدا کے) رحم کو پالیا.... خدا نے اسے مُردوں میں سے اٹھا کھڑا کیا- اس کی حالت وہی ہوگئی جو پہلے تھی- اس کا بدن مکمل طور پر (صحت مند) بے عیب ہوگیا- (انجیل فلپ از آر ایم ولسن (1962ء) صفحہ 135-136)

یہی بات جماعت احمدیہ کہتی ہے تو لایعنی بات بن جاتی ہے- کیا رفع الی السماء بے معنی اور ناقابل یقین عقیدہ نہیں ہے- جب کہ اناجیل اربعہ کے اصل اور قدیمی نسخوں میں اس کا ذکر تک نہیں- مروجہ نسخوں میں آسمان پر اٹھائے جانے کے بیانات سراسر الحاقی ثابت ہوچکے ہیں- REVISED STANDARD VERSION (ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن) ملاحظہ ہو- مرقس اور لوقا کے آخر میں یسوع کے آسمان پر جانے اور خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھنے کا ذکر ہے- اس ایڈیشن کی پہلی دو اشاعتوں 1946ء اور 1952ء میں سے رفع الی السماء کے بیانات کو متن سے خارج کرکے باریک ٹائپ میں حاشیہ پر دے دیا گیا- اس نوٹ کے ساتھ کہ بعض نسخوں میں یہ شامل ہیں لیکن پرانے نسخوں میں مفقود ہیں- اس ترجمہ کی اشاعت پر عیسائی دنیا میں ایک زلزلہ آگیا اور لوگ سراپا احتجاج بن گئے- اس کا اثر یہ ہوا کہ تیسرے ایڈیشن میں

رفع الی السماء کے بیانات کو دوبارہ متن میں لے آنے اور حاشیہ میں نوٹ دے دیا کہ پرانے مستند نسخوں میں یہ شامل نہیں ہیں۔ عجیب بات ہے کہ واٹ کے نزدیک رفع الی السماء کا عقیدہ WORTH LESS نہیں لیکن جماعت احمدیہ کا عقیدہ جس کو انجیل فلپ کی تائید حاصل ہے لایعنی عقیدہ ہے۔ حالانکہ ہمارے عقیدہ کو تاریخی شواہد کی تائید حاصل ہے۔

(1) انجیل فلپ کے ساتھ مصر کے آثار سے حضرت مسیح کے 114 اقوال پر مشتمل انجیل توما کا انکشاف ہوا ہے۔ قول نمبر 12 ملاحظہ ہو:۔

"شاگردوں نے اپنے آقا سے پوچھا ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں اور ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ آپکے بعد ہمارا لیڈر کون سا ہوگا۔ یسوع نے کہا "یعقوب الصادق"۔

The Nag Hammadi Library in English P. 119

اس حوالے میں حضرت مسیح کی ہجرت کا واضح الفاظ میں ذکر ہے۔

(2) ہندوستان کا قدیم لٹریچر دیکھئے۔ بھوشیہ مہا پران میں ہے کہ عیسیٰ مسیح بعد ہجرت ہمادیش میں تشریف لائے اور راجہ شالباہن سے انکی ملاقات ہوئی۔ انکا مکالمہ درج ہے۔

(3) قرون اولیٰ میں مرتب ہونے والے صحیفہ یوذ اسف کے عہد عباسیہ کے عربی ترجمہ میں ہے کہ یوذ اسف اگلے وقتوں کا ایک پیغمبر تھا۔ وہ منزلیں مارتا ہوا کشمیر میں وارد ہوا۔ یہاں اس نے لوگوں کو مجتمع کیا اور اپنی "بیعہ" یعنی کلیسیا قائم کی۔ بالآخر کشمیر میں فوت ہوگیا اور اسی سرزمین میں ان کو دفن کیا گیا۔

(4) کشمیر کی قدیم تاریخ میں ہے کہ سری نگر محلہ خانیار میں جو قبر ہے وہ عیسیٰ روح اللہ کی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بلادِ شرقیہ میں کیوں آئے۔ پہلے ذکر ہوچکا ہے ایران میں ساسانی دور یعنی تیسری صدی کے کتبے ملے ہیں جن میں لکھا ہے کہ بدھوں اور برہمنوں کے علاوہ بڑی کثرت سے بلادِ شرقیہ میں یہودی آباد ہیں۔ پھر ناصرا یعنی نصاریٰ کا ذکر ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ناصرا رسولاً الی بنی اسرائیل حضرت مسیح ناصری کی امت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان اور عہد آفریں تاریخی انکشاف ہے۔ واٹ کے نزدیک یہ لایعنی باتیں ہیں اور رفع الی السماء سچی بات۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو مصیبت سے نکال کر ایک بلند جگہ پر پناہ دی گئی۔ یہ مقام سرسبز و شاداب اور چشموں والا ہے۔ دجلہ کے سواحل سے ابتدائی عیسائیوں کی 46 نظموں کا انکشاف ہوا ہے۔ نظم نمبر 33 کا مضمون یہ ہے کہ فرستادہ خدا اور ایک پاکباز بتولہ دنیا کی ایک بلند چوٹی (LOFTY SUMMIT) پر کھڑے ہیں اور چاروں کونٹ میں منادی کر رہے ہیں۔*

واٹ ان حوالوں کے پیش نظر بتائیں کیا یہ WORTH باتیں ہیں؟

---

* The for gotten books of eden edited by Rutherford H. Platt Part II of the "The lost books of the Bible" P. 136

ایک عجیب تضاد

مونٹ گمری واٹ نے ایک عجیب نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں 1953ء سے اس بات کا داعی ہوں کہ بانیٔ اسلام مفتری نہیں تھے۔ قرآن جزوی طور پر الہامی ہے لیکن اس میں بانیٔ اسلام کے مبلغ علم کا بھی دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں غلطیاں ہیں۔ اس نظریہ کے پیش کرنے پر لوگوں نے میری مخالفت کی۔ بہرحال میں اس بات پر اصرار نہیں کرتا لیکن اسے ماننے بغیر چارہ بھی نہیں۔ اسکے بغیر ہمیں ماننا ہوگا۔ غلطیوں کا ذمہ دار خود خدا ہے۔ صاحب موصوف نے جو غلطیاں گنائی ہیں انکا پول کھل چکا۔ وہ قرآن کی غلطیاں نہیں بلکہ واٹ کا قصور فہم ہے۔

ایک تضاد ملاحظہ ہو کہ قرآن اگر جزوی طور پر غیب کی آواز ہے۔ رسول خداؐ کو آپ کسی ایک پہلو سے یعنی ایک لحاظ سے نبی تو مانتے ہیں من کل الوجود نبی کیوں نہیں مانتے۔ یہ کیوں کہتے ہیں کہ بقول آٹھویں صدی کے نسطوری عالم کے وہ نبوت کی راہ پر چلے لیکن نبی نہیں تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ سراسر دھوکا اور مزورانہ چال ہے۔ واٹ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے صحیفوں میں برابر انسانی عنصر موجود ہے۔ اس کے باوجود مانتے ہیں کہ صاحب کتاب ہر لحاظ سے نبی تھے۔ لیکن دنیا کا خوف ہے اور عاقبت کو فراموش کر چکے۔ یہی بات وہ بانی اسلام کے بارہ میں کھل کر نہیں کہتے۔ یہ واضح تضاد کا آئینہ دار ہے۔ واٹ مسلمانوں کے ہمدرد بن کر ان کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ یہ بتایا ہوتا کہ قرآن میں کون سا انسانی عنصر ہے اور کون سا الہامی۔ جن آیات مبارکہ میں بانیٔ اسلام کو پیغمبر کہا گیا ان کو وہ کاملاً کیوں نہیں مانتے۔

HE IS IN SOME SENSE A PROPHET کہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی کا نام دجالیت ہے۔ قرآن کہتا ہے:-

وما محمّد الاّ رسول قد خلت من قبله الرسّل

یہ اگر غیب کی آواز ہے اور وحی کا ٹکڑا ہے کوئی افترا نہیں تو آپ اسے کیوں نہیں مانتے۔ متضاد باتیں کیوں کرتے ہیں۔

واٹ کہتے ہیں کہ قرآن میں انسانی عنصر موجود ہے۔ تورات میں مثیل موسیٰ کی بشارت میں ہے "میں اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا" اور قرون اول کے نصاریٰ کہتے ہیں کہ نازل ہونے والے آسمانی خط کو کاملاً خدا کی انگلی نے لکھا گویا نبی موعود کی کتاب کا ہر حرف فرمودہ خدا ہوگا۔ یہ خصوصیت صرف قرآن کو حاصل ہے۔ باقی الہامی کتابوں میں پیغمبر کی تفہیم کا بھی دخل ہوتا تھا۔ خدا کی وحی کو نبی بعض دفعہ اپنے الفاظ میں لکھ لیتا تھا لیکن قرآن میں کوئی انسانی عنصر نہیں ہے۔ سب کچھ فرمودہ خدا ہے۔

تورات میں تفہیمات کلیم اللہ کا دخل ہے۔ زبور میں فکر داؤد کا دخل ہے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ میں خدائی باتوں کو پیش کیا گیا۔ قرآن اس بات میں منفرد ہے کہ اس میں کوئی انسانی عنصر نہیں۔ ہر ہر حرف قلب محمدؐ پر جبرائیل امین نے براہ راست نازل کیا۔ قرآن فرمودہ خدا ہے اور حدیث فرمودہ رسولؐ۔ باقی کتابوں میں وحی خدا بھی ہے اور حدیث رسول بھی۔ دنیا میں ایک ہی کتاب ہے جس کا ہر حرف خدا کا ہے (گذشتہ پیشگوئیوں

میں ہے "اور وہ آسمانی خط ایک بڑی کتاب تھا جو کہ تمام و کمال خدا کی انگلی نے لکھا"۔ یہ نصاریٰ کی قرون اولیٰ کی نظموں کا 19۔ 23 ODES OF SOLOMON کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے سٹائل اور حدیث کے سٹائل میں نمایاں فرق ہے۔ اس علم کو مستشرقین سمجھنے سے قاصر ہیں۔

قرآن کے اس منفرد مقام کو حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی) نے فضائل القرآن (18۔ 208) اور پیغام احمدیت میں بالتفصیل پیش کیا ہے۔ اس سے استفادہ کریں۔ قرآن ایک نئی تجلی کے ساتھ تابندہ ہوگا۔ یہ علم بھی قرآن میں موجود ہے۔

وَ كُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

نصاریٰ کو تادیب

مونٹ گمری واٹ نے کچھ مشورے عیسائیوں کو بھی دیئے ہیں۔ انجیل یوحنا کے دیباچہ میں ہے "یسوع مسیح ایسے ہے جیسے کسی خاکی انسان کا اکلوتا بیٹا" (یوحنا 1/18)

مترجمین نے کر دیا "خدا کا اکلوتا بیٹا" حالانکہ متن کے الفاظ اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی طرح تثلیث کو قابل قبول بنانے کا مشورہ ہے۔ واٹ کہتا ہے مسیح خدا ہے اور پھر خدا ایک بھی ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ اسے کون مانے گا؟

نصاریٰ سے درخواست ہے کہ اس مشورہ پر ضرور عمل کریں اور اپنے عقائد کو عقل اور فکر کے مطابق بنا کر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ قرآن پر تنقید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بقایا دار خریداران "خالد" کی خدمت میں ضروری التماس

ماہنامہ خالد کے بقایا دار خریداران کی خدمت میں بذریعہ خط چندہ کے ختم ہونے کی اطلاع دی گئی تھی۔ جن خریداران کی طرف سے چندہ نہیں ملا ان کو وی پی بھجوانے کا خط لکھا گیا۔ اور پھر وی پی بھجوائی گئی ہے اور جن خریداران نے وی پی وصول نہیں کی ان کو دوبارہ خط لکھا گیا ہے۔

براہ کرم اپنے ذمہ چندہ کی ادائیگی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ہم بڑی احتیاط کے ساتھ خریداروں کو رسائل بھجواتے ہیں۔ اگر پھر بھی کسی ماہ کا رسالہ نہ ملے تو خط لکھ کر دوبارہ منگوالیں۔ (مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

مضمون نگاروں کی خدمت میں گزارش

ماہنامہ خالد احمدی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور کردار کی تعمیر کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں ایسے مضامین کے ہم ہمیشہ منتظر رہتے ہیں کہ جو ہمارے احمدی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور اخلاقی اور روحانی استعدادوں کو جلا بخشنے والے ہوں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے خیالات اور مضامین سے ہمارے ساتھ تعاون فرماتے رہا کریں۔ اس ضمن میں یہ درخواست ہے کہ:۔

1۔ مضمون میں حوالے وغیرہ مکمل ہوں۔

2۔ کسی دوسرے اخبار یا رسالے سے نقل شدہ مضمون یا کہیں سے ترجمہ یا تلخیص کی صورت میں اس کا حوالہ دینا بھی ضروری ہے۔

3۔ مضمون کے شروع یا آخر میں اپنا نام یا پتہ مکمل اور واضح لکھا کریں تاکہ خط کے ذریعے اطلاع دی جاسکے۔ نامکمل ایڈریس والے مضمون ناقابل اشاعت ہوں گے۔

4۔ ادارہ کو موصول ہونے والے مضامین ناقابل اشاعت ہونے کی وجہ سے واپس ارسال نہیں کئے جاتے۔ اگر مضمون اتنا ہی ضروری ہو تو اس کی نقل رکھ لیا کریں تاکہ کوئی پریشانی نہ ہو۔

5۔ بعض خاص مواقع سے تعلق رکھنے والے مضامین مثلاً رمضان المبارک، یوم مسیح موعود....، یوم خلافت وغیرہ ان عناوین سے متعلقہ مضامین کم از کم 2 ماہ قبل ہمیں موصول ہونے ضروری ہیں کیونکہ رسالہ 2 ماہ قبل ترتیب دیا جاتا ہے۔ لیٹ ہونے والے مضامین شائع ہونے سے رہ جاتے ہیں جن کا ہمیں بھی افسوس ہوتا ہے۔

6۔ منظوم کلام کے بارے میں گزارش ہے کہ کوشش کیا کریں کہ کسی بزرگ شاعر سے اس کی اصلاح کے بعد بھجوایا کریں تاکہ ہمیں شائع کرنے میں آسانی ہو۔ ویسے بھی خالد ہر ماہ صرف ایک دو غزلیں شائع کر سکتا ہے۔

آخر پر پھر گزارش ہے کہ اس تعلیمی اور تربیتی رسالہ کے معیار کو قائم رکھنا ہم سب کا فرض ہے اور اس کے لئے آپ ہمارے ساتھ قلمی تعاون بھی کریں اور سب سے زیادہ یہ کہ دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے معیار کو بلند سے بلند تر اور مفید سے مفید تر بنانے کی توفیق بخشے۔ آمین

قمر رائس ملز
جی۔ ٹی روڈ۔ ڈسکہ
ضلع سیالکوٹ
معیاری اور عُمدہ چاول
مناسب قیمت پر دستیاب ہیں!
پروپرائٹر
چوہدری نصیر احمد

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L. 7128 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz November 1993